عمران سیریز

عمران سیریز کا حیرت انگیز اور دلچسپ ناول

بلیک ڈاگ

مصنف

اے قریشی

ناشر

حفیظ سنز چوک اردو بازار، لاہور

ناشر	..	حفیظ سنز اردو بازار لاہور
مطبع	..	منظور پرنٹنگ پریس اردو بازار لاہور
بار اول	..	ستمبر ۱۹۸۲ء
تعداد	..	۱۱۰۰
کتابت	..	محمد صادق
قیمت	..	۵۰/۷

حفیظ سنز اردو بازار لاہور



آسمان سیاہ بادلوں سے گھرا ہوا تھا۔ ہر طرف ہُو حول سناٹے کا راج تھا۔ مگر اس کی سوچوں کے دھارا بہہ رہی تھی۔ تاریک رات میں ایک کرن تھی جو اس کے تخیلات کے دو نیچے میں چمک رہی تھی۔ وہ بار بار اسلم کے خیالوں میں کھوئی جا رہی تھی ۔ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی مگر وہ اسلم کے خیال کو اپنے ذہن کی سطح سے نہ کھرچ سکی تھی ۔ اسے اس بات پر جھنجھلاہٹ ہو رہی تھی ۔

وہ نہ جانتی تھی کہ محبت کے معاملات میں پھنس کر اس کی قوت ارادی ناکارہ ہو جائے گی ۔ اس وقت تو ایسا ہی ہو رہا تھا۔ باوجود کوشش کے وہ اسلم کے خیال سے پیچھا چھڑانے میں بُری طرح ناکام رہی تھی یہ بات اسے بری طرح کھٹک رہی تھی ۔

آخرکار اسی الجھن اور کشمکش میں خوابوں کے جزیرے میں پہنچ گئی ۔ جانے کتنی رات گزری ہو گی کہ اچانک اس کی آنکھ کھل گئی ۔ اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا ۔ اس کے خوابیدہ شعور میں ابھی تک وہ دلدوز چیخ گونج رہی تھی ۔ ایک عجیب بے چینی سی اسے اپنے اعصاب پر مسلط ہوتی محسوس ہوئی ۔ وہ مضطرب اور پریشان ہو گئی ۔ وہ اپنے بیڈ سے

نیچے اتر آئی اُس نے ٹھنڈے پانی کا گلاس پیا اور دروازہ کھول کر باہر آگئی۔

وہ دھڑکتے دل کے ساتھ کچھ سننے لگی۔ کچھ دیر کے بعد اُسے عجیب سی آواز سنائی دی۔ اور وہ اسی لمحے فطری انداز میں چیخی۔

،،کون ہے کون ہے یہاں ؟ ۔۔

کوئی جواب نہ ملا۔ اس بات نے اُسے خوفزدہ کر دیا۔ وہ دوبارہ چیخی۔

،، کون گھس آیا ہے یہاں ۔۔۔؟

فضول تھا۔ جیسے کوئی اس کی بات کا جواب دینا ہی نہ چاہتا تھا۔ اچانک اسے یوں لگا جیسے کوئی جانور یا درندہ بنگلے میں آگیا ہے۔ اسے غراہٹوں اور سرسر کی خوفناک آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ پھر چلائی ۔

" بولتے کیوں نہیں کون ہو تم ؟ ۔۔۔۔"

وہ آوازیں پہلے سے زیادہ صاف سنائی دینے لگیں۔ مگر اسے ابھی تک کچھ بھی دکھائی نہ دیا تھا۔ بنگلے کے صحن میں مدھم مدھم روشنی ہو رہی تھی۔ اور وہ آنکھیں پھاڑے ادھر اُدھر دیکھ رہی تھیں ۔ مگر اسے وہاں کچھ بھی دکھائی نہ دیا۔

سامنے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ وہ احتیاط سے قدم اٹھاتی آگے بڑھی۔ جلد ہی وہ کمرے کے دروازے کے سامنے تھی۔ اس نے دیکھا۔ دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا ۔ وہ کھلے ہوئے دروازے کو دیکھ کر گھبرا گئی ۔ اس نے دوبارہ غور سے سننے کی کوشش کی مگر اب کوئی کسی قسم کی غراہٹ یا آواز اسے سنائی نہ دے رہی تھی۔ اسے قدرے اطمینان ہوا۔ اس نے فوراً ہی بٹن دبایا اور اندر روشنی پھیل گئی ۔

پھر اس نے ڈرتے ڈرتے دروازہ کھولا۔

یکایک وہ ٹھٹھک کر رُک گئی۔ اس کی آنکھیں تحیرانہ انداز میں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ ایک مجسمے کی طرح کھڑی سامنے دیکھ رہی تھی۔ اس کی نگاہوں کا مرکز شکورے کی لاش تھی۔ جو خون میں نہائی پڑی تھی۔ وہ سمجھ گئی کہ اس کے گلے سے خراٹوں کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ لیکن اب وہ مر چکا تھا۔ شکورا سیٹھ رشید کا ملازم تھا۔ وہ حیران تھی کہ اسے کون قتل کر گیا۔

پھر زیادہ حیرت کی بات یہ تھی کہ اس کی دلدوز اور بھیانک چیخ سُن کر یہاں کوئی کیوں نہیں آیا۔ یہ بات عجیب تھی۔ وہ زور سے چونکی بنگلے سے باہر سڑک پر ایک کار کے ٹائر چیخے اور پھر فوراً کار آگے بڑھی۔ اس نے سڑک کی طرف دیکھا۔ کار کی بیک لائٹ دکھائی دے رہی تھی۔ سرخ لائٹ کو دیکھ کر وہ آگے بڑھی۔

اب اس کا رخ سیٹھ رشید کے کمرے کی طرف تھا۔ اس نے دیکھا کہ رشید کے کمرے کے دروازے چوپٹ کھلے ہیں۔ دروازے کھلے دیکھ کر اس کی پریشانی میں اضافہ ہو گیا۔ یہ رات اس کے لئے اُلجھن اور پریشانی لے کر وارد ہوئی تھی۔

اس نے ایک گہرا سانس لیا اور کمرے کی طرف آہستہ روی سے بڑھنے لگی۔ ایک مدھم سی چیخ سیٹھ رشید کے کمرے سے سنائی دی۔ وہ تیزی سے ادھر لپکی چیخ کی آواز نے اسے حواس باختہ کر دیا تھا۔

وہ جیسے دیوانگی کے عالم میں ان کے کمرے میں پہنچی۔ سیٹھ رشید اپنے شاندار بیڈ پر پڑے کراہ رہے تھے۔ اُن کا چہرہ خون آلود ہو رہا تھا۔

سیٹھ رشید کو اس حالت میں دیکھ کر وہ اُن کی طرف لپکی۔
دوسرے لمحے وہ ان کے سامنے کھڑی تھی۔ سیٹھ رشید نے نے مایوس اور دل گرفتہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔ یوں لگتا تھا جیسے زندگی کی رمق آہستہ آہستہ اُن کا ساتھ چھوڑنے لگی ہو۔ مگر وہ ابھی تک زندہ تھے۔ اس بات سے اسے قدرے اطمینان ہوا اور اس نے بھرائی ہوئی آواز میں سیٹھ سے پوچھا۔
"یہ کس طرح ہوا ڈیڈی! آپ اتنے شدید زخمی کیسے ہو گئے۔؟"
سیٹھ نے اس کے چہرے پر نظریں جما کر کچھ کہا۔
جو اسے سنائی نہ دیا۔ ان کی آواز میں بہت ہی زیادہ نقاہت تھی۔ کمزور سی آواز وہ سُن نہ سکی اس لئے وہ تیزی سے ان کی طرف جھکی اور ان کے لبوں سے کان لگا دیئے۔ وہ ان کے الفاظ بمشکل سننے لگی۔ وہ کہہ رہے تھے۔
"میرے اسٹڈی روم میں ایک پیکٹ رکھا ہے۔ وہ عمران کو جلدی سے جلدی دے دینا۔"
وہ جلدی سے بولی۔
"وہ پیکٹ کہاں رکھا ہے؟"
"وہ وول ٹائپ میز کی دراز میں۔"
"وہ پیکٹ جلد ہی عمران کو مل جائے گا" وہ پوری فرمانبرداری سے بولی۔
"اور کوئی خدمت ڈیڈی؟"
"اس بات کا کسی اور کو پتہ نہ چلے!"

"آپ کا راز رہے گا ڈیڈی ___!"
وہ ابھی خاموش ہی ہوئی تھی کہ سیٹھ صاحب کی گردن ڈھلک گئی۔ اور اس نے جلدی سے اپنا چہرہ اوپر اٹھا لیا۔ سیٹھ رشید ہمیشہ کے لئے اس دنیا کو چھوڑ چلے تھے۔ اُن کا آخری جملہ ہی ان کی آخری آواز تھی۔ اس نے وہیں سے پولیس کو فون کیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہ اُن کی بیٹی تھی۔ اسی لمحے بیگم رشید ان کی خواب گاہ میں داخل ہوئیں ۔ وہاں ان کی جوان اور خوبصورت بیٹی سائرہ بھی موجود تھی ۔ انہوں نے نوکر کی طرف دیکھا اور کہا۔

"کیا ہوا ___"

"کوئی ملازم شکور ے اور سیٹھ صاحب کو قتل کر گیا ہے ___"

یہ اندوہناک خبر سن کر ان کی دنیا اندھیر ہو گئی۔ اور وہ چیخ مار کر سیٹھ رشید کی لاش پر گریں ۔ وہ پیچھے سے کھسک گیا ۔

سائرہ چند لمحوں بعد اسٹڈی روم میں تھی۔ اس نے جلدی سے وہ پیکٹ برآمد کر لیا۔ وہ گرین رنگ کا ایک پیکٹ تھا۔ نیلا سا کاغذ تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس پیکٹ کو بڑی احتیاط سے بنایا گیا تھا۔ اس نے جلدی سے وہ پیکٹ ایک بڑی الماری کے پیچھے رکھ دیا۔ اس کے خیال میں اب پیکٹ محفوظ تھا۔ اس طرح پیکٹ کو محفوظ کر کے وہ مطمئن ہو گئی ___

اُسے کسی گاڑی کے باہر رکنے کی آواز سنائی دی۔ وہ سمجھ گئی کہ پولیس آئی ہو گی ۔ وہ جلدی سے باہر نکل گئی ۔

گاڑی سے کیپٹن نیاض، ڈاکٹر اور پولیس کا دوسرا عملہ

برآمد ہوا۔ سب سے پیچھے عمران ایک قیمتی سوٹ پہنے جگالی کرتا ہوا باہر نکلا۔ اس کی ہر ادا سے حماقت برس رہی تھی۔ وہ چیونگم چباتا ہوا۔ اس وقت انتہائی احمق دکھائی دے رہا تھا۔

وہ سب ہال میں آ گئے۔ ایک نوکر غمزدہ اور روتا ہوا بیگم رشید اور سائرہ کو وہیں لے آیا۔ کیپٹن فیاض نے پوچھا۔

"کیا یہ بات سچ ہے کہ کسی نے ملازم شکورے اور سیٹھ رشید کو قتل کر دیا ہے ۔۔۔"

"سچ ہے!۔۔۔"

"مگر یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ کیا کسی سے دشمنی تھی!"

"یہ میں کیا بتا سکتی ہوں۔" اس نے روتے ہوئے کہا۔ "میں اتنا جانتی ہوں کہ میرا گھر برباد ہو گیا۔ میرا بنگلہ ویران ہو گیا ۔۔۔ اور میری زندگی کا گلشن اجڑ گیا۔۔۔

اس پر عمران نے منہ بنایا۔۔۔

سائرہ اس احمق نوجوان کو ایک عجوبے کی طرح دیکھنے لگی۔ وہ سوچ رہی تھی۔ کیا اس قسم کے احمق کو بھی پولیس بھرتی کر سکتی ہے

عمران نے سائرہ کو اپنی طرف دیکھتے پا کر اپنے چہرے پر مزید حماقت طاری کر لی۔ اور معصوم انداز میں مسکرانے لگا۔۔

اس کے ڈیڈی فوت ہو چکے تھے۔ وہ اس وقت بہت ہی زیادہ پریشان اور غمزدہ تھی۔ اگر کوئی اور وقت ہوتا تو وہ بے تحاشہ قہقہے لگانے لگتی۔ اسے غمزدہ اور پریشان دیکھ کر عمران ایکدم سنجیدہ ہو گیا۔۔۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کبھی مسکرایا ہی نہ ہو۔۔۔

کیپٹن فیاض نے اپنے دوسرے عملے سے لاش کو ایمبولینس کے ذریعے ہسپتال لے جانے کو کہا۔ اس لئے دوسرا اگلا ضروری کارروائی نشان اور فوٹو لینے کے لئے دوسرے کمرے میں چلے گئے۔

اب کیپٹن فیاض نے سائرہ کی طرف دیکھا۔ وہ اس خاندان کو اچھی طرح جانتا تھا۔ وہ بڑے ہی اخلاص سے بولا۔

"مس سائرہ! — یہ بہت ہی بڑا سانحہ ہے۔ اب اس غم کو برداشت کرنا ہی ہوگا۔ خدا کو یہی منظور تھا۔ پھر اس نے عمران کی طرف دیکھ کر کہا۔

"یہ میرے دوست علی عمران ہیں۔ ہم لوگ اس واقعہ کی چھان بین کے سلسلے آئے ہیں۔ عمران صاحب آپ کے والد کے قاتلوں کو پکڑ لینگے"

کاش ایسا ہی ہو! —" اس نے غم سے بوجھل اور بھرائی آواز میں کہا: "فی الحال تو ہم ایک عظیم نقصان سے دوچار ہو چکے ہیں —"!

"سدا کوئی زندہ نہیں رہتا! مرنا سب کو ہے —"!

"ٹھیک فرماتے ہیں آپ —" سائرہ نے سنبھل کر کہا۔ پھر وہ عمران کی طرف دیکھ کر بولی — "آپ بہت ہی عظیم انسان ہیں۔ کاش پرسکون ماحول میں آپ سے بات ہوئی ہوتی۔ میں آپ کی کچھ خدمت بھی کرتی —"!

وہ اس کی طرف احمق کی طرح دیکھ رہا تھا۔

"میرا نام خدمت علی نہیں علی عمران ہے —"!

فیاض اس کی طرف دیکھ کر جھنجھلا گیا اور کہا۔

"کہیں تو سیریس ہو جایا کرو —"

سائرہ اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی ۔ وہ پھر پُر خلوص لہجے میں بولی۔

" میں جان گئی ہوں آپ علی عمران ہیں ۔ میرا مطلب آپ کی خاطر تواضع سے تھا "

اس سے پیشتر کہ عمران کچھ کہتا کیپٹن فیاض جلدی سے بولا ۔

" اس کی ضرورت نہیں ہے مس سائرہ ! ۔ اس وقت اس بات کی ضرورت ہے کہ آپ کے ڈیڈی کے قاتلوں کا سراغ مل جائے اب "

پھر اس نے عمران کی طرف دیکھ کر کہا۔

" آؤ عمران صاحب لاش کا معائنہ کرتے ہیں "

وہ اور عمران دوسرے کمرے میں داخل ہو گئے۔ ان کے پیچھے پیچھے وہ بھی غم کی تصویر بنی اندر چلی گئی ۔ ڈاکٹر معائنہ کر چکا تھا۔ فوٹو گرافر لاش کی تصویر اتار رہا تھا۔ نوکر جو پولیس کے عملے کو اس کمرے میں آیا تھا قریب ہی کھڑا مغموم انداز میں پولیس کی کارروائی دیکھ رہا تھا۔

کیپٹن فیاض اور علی عمران نے لاش کا معائنہ کیا۔ سر میں گہرا زخم تھا۔ جو کسی سلاخ وغیرہ سے لگایا گیا تھا۔ سر کے زخم سے خون بہہ کر چہرے پر پھیل گیا تھا ۔ زخم گہرا تھا۔ اس لئے جان لیوا ثابت ہوا تھا۔

ادھر سے فارغ ہو کر وہ کمرے کا جائزہ لینے لگے ۔ کوئی سراغ ایسا نہ ملا جو قاتل کی نشاندہی کرتا ۔ عمران نے بھی بہت کوشش کی مگر وہ بھی ناکام رہا۔ پھر کیپٹن فیاض نے ڈاکٹر کی طرف دیکھ کر کہا۔

" آپ نے کیا اندازہ لگایا "؟

ڈاکٹر ایک گہرا سانس لے کر بولا ۔

"موت سر کے زخم کی وجہ سے واقع ہوئی ہے۔ انہیں مرے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری۔"

"ہوں!۔۔"

پھر وہ اس کمرے میں آ گئے۔ جہاں ملازم شکورا پڑا تھا۔ اس کا بھی معائنہ کیا گیا۔ مگر کچھ بھی فائدہ نہ ہوا۔ پھر دونوں لاشوں کو باہر لے جا کر ایمبولینس میں رکھ دیا گیا۔ دوسرا عملہ لاشیں لے کر چلا گیا۔

کیپٹن فیاض اور علی عمران دوبارہ ہال میں آ گئے۔ اب وہاں سائرہ بیگم رشید اور نوکر موجود تھے۔ وہ اب صوفوں پر اطمینان سے بیٹھے تھے۔ کیپٹن فیاض گلا صاف کر کے سائرہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"سیٹھ رشید علی عمران سے ملنا چاہتے تھے!۔ مسٹر عمران سیکرٹ سروس کے بہترین سراغ رساں ہیں۔ سیٹھ رشید نے فون کر کے ان کو ملنے کی تاکید کی تھی۔ اب سیٹھ صاحب اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ اور یہ بات اپنی جگہ اسی طرح موجود ہے کہ سیٹھ صاحب عمران سے کیوں ملنا چاہتے تھے۔ آخر اس ملاقات کا مقصد کیا تھا۔ میرا خیال ہے بہت اہم مقصد ہوگا۔ اس لئے ملاقات سے پہلے ہی انہیں قتل کر دیا گیا۔۔۔"

پھر وہ ذرا رک کر اس کی طرف غور سے دیکھ کر بولا۔

"کیا آپ اس مسئلے پر کچھ روشنی ڈال سکتی ہیں کہ سیٹھ صاحب عمران سے کیوں ملنا چاہتے تھے!۔۔"

سائرہ کی آنکھوں میں حیرت اور الجھن کے آثار پیدا ہوئے۔ اور وہ متحیرانہ انداز میں بولی۔

"ڈیڈی عمران سے کیوں ملنا چاہتے تھے۔ میں خود حیران ہوں کہ

آخر ایسا کیوں تھا ۔۔۔"

"تو آپ کو کچھ معلوم نہیں ہے ۔۔" فیاض نے ناکامی کے انداز میں ایک گہرا سانس لے کر کہا۔

"یقیناً میں اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتی !۔۔"

"پھر تو معاملہ بہت زیادہ اُلجھ گیا ہے !۔۔" کیپٹن فیاض نے کہا۔ "کچھ بہت ہی عجیب معاملہ ہے جس کی وجہ سے سیٹھ صاحب قتل ہوئے ہیں۔ میں ذرا ان کا ذاتی کمرہ دیکھنا چاہتا ہوں ۔۔"

"حوالاتی کمرہ دیکھنے کی کیا ضرورت ہے !۔۔" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔ "مجھے حوالات سے بہت ڈر لگتا ہے !۔۔"

"شٹ اپ !۔۔"

سائرہ نے عمران کی طرف دیکھ کر کہا۔

"آپ بہت دلچسپ آدمی ہیں !۔۔"

"مگر یہاں سب کچھ غیر دلچسپ ہے !۔۔"

کیپٹن فیاض نے اسے کھا جانے والی نگاہوں سے گھورا۔ مگر وہ چیونگم چباتا رہا۔ اس کا انداز لاپرواہی لئے ہوئے تھا۔ پھر وہ سیٹھ رشید کے کمرۂ خاص میں آ گئے۔ انہوں نے تمام جگہ کی تلاشی لی۔ مگر انہیں کچھ بھی نہ ملا۔ کیپٹن فیاض نے ان کی طرف دیکھ کر کہا ۔۔

"آخر یہ سب چکر کیا ہے !۔۔"

"مکر بہت بری چیز ہے سوپر فیاض !۔۔ ایک مرتبہ ہماری ریاست میں ایک آدمی نے مکر کیا تھا۔ اور اسے بڑی مشکل پڑ گئی تھی !۔۔"

"کیا بکواس ہے !۔۔ تمہاری کونسی ریاست ہے !۔۔" کیپٹن

فیاض نے اُسے گھورا۔

"ہم!ــــ" عمران نے دانت بھینچ کر کہا " اوہ ہاں ہماری کونسی ریاست ہے ؟ یہ تو میں بھول ہی گیا تھا ـ ہم ڈھمپ!ـــ "

" ڈھمپ!ـــ" کیپٹن فیاض نے کہا۔ بس بس اب دوسری بکواس مت کرنا۔ میں سب کچھ جانتا ہوں تم کیا ہو!ـــ "

تھوڑی دیر کے بعد کیپٹن فیاض جھلا کر باہر نکل گیا۔ اور عمران سائرہ کی طرف دیکھ کر بولا۔

"مس سائرہ آپ واقعی بہت غمزدہ ہیں۔ مگر مجھے یوں لگتا ہے کہ جیسے آپ کے پاس میرے لئے پیغام ہے!ـــ "

وہ چونکی اور اس کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے چمک پیدا ہوئی، وہ پھر بجھ گئی۔ اُس کے چہرے پر اداسیوں کے قافلے سمٹ رہے تھے۔ وہ ایک آہ بھر کر بولی۔

" آپ بہت ذہین !ـــ "

دوسرے لمحے اس نے گرین پیکیٹ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور کہا " یہ پیکیٹ ڈیڈی نے آپ کے لئے چھوڑا تھا!ـــ " پیکیٹ لے کر عمران باہر نکل آیا۔



سائرہ کو کیپٹن فیاض اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ اُسے کچھ

ایسے بیانات لینے تھے۔ جو چوک گئے تھے۔ سائرہ بخوشی
اس کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گئی تھی۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد
کارروائی مکمل ہو گئی۔ اب وہ فارغ تھی۔ کیپٹن فیاض نے بڑے دھیمے
اور مؤدب لہجے میں کہا۔

"مس سائرہ مجھے خوشی ہے کہ آپ نے ہمارے ساتھ پورا پورا
تعاون کیا۔

وہ ایک اداس سی مسکراہٹ اپنے لبوں پہ لاکر بولی۔

"فکر مت کیجئے کیپٹن صاحب میں آئندہ بھی تعاون کروں گی۔
میرے ڈیڈی کے قاتلوں کو ہر حال میں گرفتار ہو جانا چاہیئے۔۔۔ اس کے
بعد ہی میرے دل کو سکون ملے گا۔۔۔

"فکر مت کیجئے مس سائرہ!" کیپٹن فیاض نے پورے یقین سے
سے کہا۔ "قاتل ضرور گرفتار ہوں گے۔۔۔!"

چند لمحے ان کے درمیان خاموشی رہی۔ پھر وہ اپنا چہرہ اٹھا کر بولی۔

"اب اجازت دیجئے!۔۔۔"

"ہاں! ہاں! اب آپ جا سکتی ہیں!۔۔۔"

"شکریہ!۔۔۔"

یہ کہہ کر وہ باہر نکل گئی۔ باہر اس کی شاندار کار کھڑی تھی۔ وہ بالوں کی لٹ
کو جھٹک کر درست کرتے ہوئے اپنی کار کی طرف بڑھی۔ اس نے شانِ
بے نیازی سے دروازہ کھولا۔ اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ گاڑی
اسٹارٹ کر کے وہ پولیس ہیڈ کوارٹر سے باہر آ گئی۔

اس کا رخ اپنے بنگلے کی طرف تھا۔ اچانک اس کے خیالوں کو

اسلم کے خوبصورت جسم نے اپنے قبضے میں لے لیا۔ اور وہ اس کے متعلق سوچنے لگی۔ مگر پھر فوراً ہی اُسے احساس ہوا۔ جیسے اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے ۔

اُس نے اپنی گردن کو جھٹک کر بیک مرر میں دیکھا۔ واقعی اس کا تعاقب کیا جا رہا تھا۔

اب وہ ایک سنسان سی سڑک پر گاڑی کو ڈرائیو کر رہی تھی۔ وہ اس سنسان اور ویران ماحول کو دیکھ کر پریشان ہو گئی۔ اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ وہ اب کیا کرے ۔

اس اچانک سوچ کے تحت گاڑی کی رفتار میں اضافہ کر دیا ۔ پیچھے آنے والی گاڑی بھی تیز ہو گئی ۔ اس تیزی نے اُسے ہراساں کر دیا۔ پھر یکایک اس نے اپنے اعصاب کو مضبوط بنا لیا۔ وہ اس گرانی کیفیت پر قابو پا چکی تھی ۔ اس کے ساتھ ہی اس نے رفتار پھر کم کر دی۔ پیچھے آنے والی گاڑی کی رفتار بھی گھٹ گئی ۔

اس نے گاڑی کو موڑا ۔ اب پیچھے آنے والی گاڑی نظروں سے اوجھل تھی۔ مگر ایسا کب تک ہوتا۔ کچھ دیر بعد وہ گاڑی پھر تعاقب میں تھی۔ آگے سیدھی سپاٹ سڑک تھی۔ ایک گاڑی بہت تیز رفتاری سے آ رہی تھی۔ وہ آندھی اور طوفان کی طرح اُن سے آگے نکل گئی۔ ایک گرد کا بادل سا چھا گیا۔

جب گرد کا بادل پھٹا۔ اس نے پھر آئینے میں دیکھا وہ گاڑی ہنوز تعاقب میں تھی۔ بہر حال اب وہ گھبرا نہ رہی تھی۔ اسے پہلے جیسی پریشانی نہ تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ جو کچھ ہو گا وہ اس سے نپٹ لیگی۔

اس سوچ نے اسے بہت سہارا دیا تھا۔

ابھی وہ تعاقب کے متعلق سوچ ہی رہی تھی کہ اچانک پیچھے آنے والی گاڑی نے رفتار تیز کر دی اور اس کے قریب سے تیزی کے ساتھ گذر گئی آگے موڑ تھا۔ اس نے موڑ بھی نہایت ماہرانہ انداز میں پھرتی سے کاٹا۔موڑ کو سامنے دیکھ کر سائرہ نے اپنی گاڑی کی رفتار مزید کم کر دی۔ اگر وہ اپنی گاڑی کی رفتار کم نہ کرتی تو یقیناً سامنے ترچھی کھڑی بدمعاشوں کی کی کار سے ٹکرا جاتی۔

پوری گرفت سے بریک لگائے، ٹائروں کی چیختی ہوئی آواز گونجی۔ اور سائرہ کی کار ان کی کار سے کچھ فاصلے پر رُک گئی۔ ابھی وہ گاڑی میں ہی تھی اور موجودہ خطرناک صورت حال کے متعلق سوچ رہی تھی کہ دوسری گاڑی میں سے تین بدمعاش نکلے۔انہوں نے گلے میں سرخ رنگ کے اسکارف باندھ رکھے تھے۔ وہ اپنے اس حلیئے سے چھٹے ہوئے بدمعاش دکھائی دے رہے تھے۔

اُسے خطرے کا احساس ہوا۔ وہ سمجھ گئی کہ بدمعاش ڈیڈی کے پیکیٹ کی وجہ سے اس کے پیچھے لگے ہیں۔ مگر پیکیٹ تو اس کے پاس نہیں تھا وہ تو عمران کو دے چکی تھی۔ مگر بدمعاش نہ جانتے تھے کہ پیکیٹ کس کے پاس ہے۔ وہ پیکیٹ سائرہ کے پاس ہی سمجھ رہے تھے۔

بدمعاش! ۔مست ہاتھی کی طرح جھومتے ہوئے اس کی کار کی طرف آرہے تھے۔ اس سے پیشتر کہ وہ دروازہ کھول کر باہر نکلتی۔ وہ کار کے قریب پہنچ چکے تھے۔

ایک نے ہاتھ بڑھا کر کرخت آواز میں کہا۔

"یہ بیگ ہمیں دے دو ـــ"!

"تم اس بیگ کا کیا کرو گے؟ ـــ" وہ گھبرائی گھبرائی آواز میں بولی۔

"سوال مت کرو ـــ جو تم سے کہا گیا ہے وہی کرو ـــ جلدی!ـــ"

لہجہ پہلے سے بھی زیادہ کرخت تھا۔ وہ کانپ کر رہ گئی ـــ

اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ مگر دور و نزدیک کسی انسان کا پتہ نہ تھا۔ اس سڑک پر ٹریفک بھی برائے نام تھی۔ اس سے اُسے مایوسی ہوئی۔ بدمعاش بھی اس کا مطلب سمجھ گیا تھا۔ وہ تلخی سے قہقہہ لگا کر بولا ـ

"فکر مت کرو یہاں تمہاری مدد کو کوئی نہیں آئے گا ـــ"

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ بے بسی سے نگاہیں جھکا کر بیٹھ گئی۔ وہ اس صورت حال سے نپٹنے کے متعلق سوچ رہی تھی۔ آخر کار اس کے ذہن میں ایک ترکیب آگئی۔ اور اس نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اس پر فوری عمل کیا۔ دو ذرا پرے کھڑے تھے ـ ایک بدمعاش دروازے کے بالکل قریب تھا۔ اس نے پوری قوت سے دروازہ کھولا ـــ دروازے کی ٹکر لگتے ہی بدمعاش لڑکھڑا کر پیچھے گرا۔ یہ ٹکر اس کے لئے بالکل غیر متوقع تھی۔ سائرہ کو اتنا موقع مل گیا کہ وہ بھاگ سکے اور اس نے فوراً بھاگنا شروع کر دیا ـــ بیگ اس کے ہاتھ میں تھا۔

وہ تیزی سے بھاگتی چلی جا رہی تھی۔ وہ بدمعاشوں سے کافی دور نکل آئی تھی۔ کیونکہ دونوں بدمعاش اپنے ساتھی کو اٹھانے کے لئے اس کی طرف چلے گئے تھے۔

مگر ابھی وہ زیادہ دور نہ گئی تھی کہ اسے اپنے پیچھے بھاگتے

ہوئے قدموں کی آواز سنائی دینے لگی۔ اس نے گھوم کر دیکھا۔ اور اس کا رنگ فق ہو گیا۔ بدمعاش اس سے زیادہ فاصلے پر نہ تھے۔ حالانکہ وہ پوری قوت سے بھاگ رہی تھی مگر اسے یقین ہو گیا کہ وہ ان کی گرفت سے بچ نہ سکے گی۔ وہ اتنی تیز بھاگ رہی تھی کہ جیسے اس کے پیچھے بلائیں لگی ہوں۔ اور وہ موت کے خوف سے بھاگ رہی ہو۔ مگر بدمعاشوں کی رفتار اس کی رفتار سے بہت زیادہ تھی۔

اُن کا تیسرا ساتھی زمین سے اُٹھ کر اُن کے ساتھ بھاگ رہا تھا وہ غصّے اور جوش میں بھرا ہوا تھا۔ اسے چکمہ دے کر سائرہ بھاگی تھی۔ اس کی آنکھوں سے غیظ وغضب کے شعلے نکل رہے تھے۔ سائرہ نے مزید تیزی سے بھاگنا چاہا۔ مگر اس کی قوت جواب دے چکی تھی۔ وہ زیادہ تیزی سے نہ بھاگ سکی۔ اسی بدمعاش نے بھاگتے بھاگتے اپنے پاؤں سے اس کی پنڈلی پر اپنے بوٹ کی ٹھوکر ماری اور وہ ایک چیخ کے ساتھ لڑکھڑا کر نیچے گری۔

گرتے گرتے بھی اس نے بیگ نہ چھوڑا۔ اور وہ پھر سنبھل کر فوراً ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔

اب وہ تینوں اسے گھیرے میں لے چکے تھے۔ وہ تینوں اسے خونبار نگاہوں سے گھور رہے تھے۔ اس بدمعاش نے کرخت لہجے میں اُس سے کہا۔

"تم نے میرے ساتھ بہت زیادتی کی ہے۔ جی چاہتا ہے تمہیں گولی مار دوں۔ مگر میں ایسا نہ کروں گا۔"

"کیوں؟" سائرہ نے پژمردہ سی آواز میں پوچھا۔

"میں بغیر کسی وجہ کے کسی کا خون نہیں بہاتا" وہ غضب آلود آواز میں بولا۔ "اگر تم نے دوبارہ بہادر بننے کی کوشش کی اور بیگ مجھے نہ دیا۔ تو یقیناً میں تمہیں گولی مار دوں گا"!

"آخر تم چاہتے کیا ہو؟——"

"کچھ بھی چاہتے ہوں!" وہ جھلا کر بولا۔ "جلدی کرو یہ بیگ میرے حوالے کر دو! میرے آدمی اس بیگ کو تم سے چھین بھی سکتے ہیں۔ مگر تم خود ہی مجھے دے دو!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا تمہیں کس چیز کی تلاش ہے!" وہ بیچارگی سے بولی۔

"بکو مت!—— بیگ میرے حوالے کر دو!" وہ کرخت لہجے میں چیخا۔

"اس بیگ میں میری ضرورت کی چیزیں ہیں!"

وہ ایک اوباش قہقہہ لگا کر بولا۔

"اس بیگ میں میک اپ وغیرہ کا سامان ہو گا۔ کریم بھی ہوگی۔ لیکن میں جانتا ہوں اس میں کچھ اور بھی ہے۔ لیکن تو ہمیں دھوکہ نہیں دے سکتی"۔

"یقین جانو اس میں اور کچھ نہیں ہے!" وہ شرما کر بولی۔ اس کا رنگ سرخ ہو گیا تھا۔

وہ ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔ اس نے گھوم کر اپنے ایک ساتھی کی طرف دیکھا۔ اور اسے اشارہ کر کے کہا۔ "اس کے ہاتھ سے بیگ چھین لو!"

وہ اس کی طرف بڑھا۔ اور وہ اسے اپنے قریب آتا بے بسی سے دیکھنے لگی۔ وہ بولا——

"یہ لڑکی بڑی چالاک اور ہوشیار ہے۔ اس کے چکر میں نہ آنا"

"فکر مت کرو میں اس جیسی چھوکریوں سے نپٹنا جانتا ہوں!"
یہ کہہ کر وہ تیزی سے لپکا۔ دوسرے لمحے وہ اس کے ہاتھ سے بیگ چھین چکا تھا۔ وہ اس کی پھرتی پر حیران رہ گئی۔ اس نے قہقہہ لگایا۔
"بہت خوب تم نے تو کمال کر دیا۔" اس نے مجربیہ انداز میں کہا۔ "لاؤ بیگ مجھے دے دو!"
اس نے بیگ کو اس کی طرف اچھال دیا۔ اور اس نے بیگ دبوچ لیا۔ پھر اس نے اپنے دونوں ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔
"یہ لڑکی ہمیں اچھی طرح دیکھ چکی ہے؟ ہمارا حلیہ پولیس کو بتا دے گی!"
"پھر اس کا کیا کیا جائے!"
"اسے ختم کر دیا جائے!" تیسرے بدمعاش نے کہا بڑے ہی سفاکانہ انداز میں سنگدلی سے کہا۔
اس کے لہجے سے کانپ سی گئی۔ وہ سمجھ گئی کہ اب اس کا آخری وقت آگیا ہے۔ مگر اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ان بدمعاشوں سے اپنی زندگی کی بھیک نہیں مانگے گی۔ وہ حوصلے اور ہمت کی تصویر بنی کھڑی انہیں سخت نظروں سے دیکھنے لگی۔
وہ اس کے اعصاب کی استقامت دیکھ کر حیران رہ گئے۔ وہ بڑبڑایا۔
"بہت ہی دلیر لڑکی ہے!" اپنی موت کی خبر سن کر بھی ذرا نہیں گھبرائی۔
یہ کہہ کر وہ اس کے پیچھے آگیا۔ اور پستول کا دستہ اس کے سر میں دے مارا۔ وہ لڑکھڑا کر نیچے گری۔ وہ نیم بے ہوشی کی حالت میں تھی۔ ایک بدمعاش

نے اُسے نیچے گرنے سے پہلے دبوچ لیا۔

پھر اس بدمعاش نے اسے کہا "اسے گاڑی کی طرف لے چلو!۔۔ ہم اس کی موت کو ایکسیڈنٹ ظاہر کریں گے۔ ایسا معلوم ہوگا کہ یہ کاروں کے ٹکرانے سے مری ہے!"

"یہ بالکل ٹھیک رہے گا!۔"

بدمعاش اسے ساتھ لے کر کاروں کی طرف آگئے۔ اور ایک بدمعاش نے اُسے اس کی کار کے انجن کے ساتھ لگا کر کھڑا کر دیا۔ اور پھر وہ اپنی کار کی طرف چلے گئے۔ اچانک فائرنگ شروع ہو گئی۔

وہ لوگ ابھی اپنی کار کی طرف بھی جانے پائے تھے کہ انہیں احمقِ اعظم عمران کے پستول سے نکلنے والی گولیوں نے قابو کر لیا۔

اُن کا ایک آدمی کشتہ ہو کر گرا۔ باقی دو پلٹ کر فائرنگ کرنے لگے۔ اور وہ لڑھک کر نیچے آگری۔ کچھ دیر فائرنگ ہوتی رہی۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ اُسے نیم بے ہوشی میں سب کچھ محسوس ہو رہا تھا۔ پھر اُسے یوں لگا جیسے کوئی اسے اٹھا کر بھاگ رہا ہو!۔ اچانک اسے ہوش آگیا۔ اور اس نے اسے اچھی طرح پہچان لیا۔ جو اسے اٹھا کر بھاگ رہا تھا۔ وہ عمران تھا۔



کیپٹن فیاض اپنے آفس کے کمرے میں بے بسی سے ٹہل

رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ وہ سخت الجھن میں گرفتار دکھائی رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں بید کی چھڑی تھی جسے وہ بار بار دوہری کر رہا تھا۔ یہ اس کی جھنجھلاہٹ کا اظہار تھا۔ یکایک وہ رُک گیا۔ اور اپنے ماتحت کی طرف پریشانی سے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے سپاٹ آواز میں کہا۔

"اس احمق کو فوراً اندر بلا لو۔"

"عمران صاحب بھی آپ سے جلدی ملنا چاہتے ہیں سر۔"

"جاؤ لے آؤ اس احمق کو۔"

وہ اُسے لینے چلا گیا۔ اور کیپٹن فیاض کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ چند لمحوں کے بعد عمران اندر آ گیا۔ اور بڑی بے فکری سے احمقانہ انداز میں اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔ کیپٹن فیاض نے اپنے ماتحت سے کہا۔

"تم جاؤ اور دو کپ چائے بھجوا دو۔"

"بہتر سر۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ عمران اور کیپٹن فیاض کے درمیان خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ وہ گاہے گاہے ایک دوسرے کی طرف دیکھ لیتے تھے۔ ویٹر چائے لے کر آ گیا۔

اس نے دو کپ چائے میز پر رکھ دیئے۔ کیپٹن نے ایک عمران کی طرف سرکا کر کہا۔

"لو پیو۔"

"چائے ہی پیوں گا۔" وہ کپ کی طرف دیکھ کر بولا۔ "تمہاری طرح لوگوں سے رشوت لے کر خون نہیں پیتا۔"

"بکواس بند کرو! — اور یہ بتاؤ تم وہاں پہنچ کیسے گئے!—"
"مجھے الہام ہوتا ہے!" وہ احمقانہ انداز میں پلکیں جھپک کر بولا۔
"اسی الہامی کیفیت میں وہاں پہنچ گیا تھا —"
"خوب! - تو تمہیں الہام ہوتا ہے! —"
"ساری سرگذشت سناؤ!—"
"دل ہے تمہارے پاس! —"
"دل کس کے پاس نہیں ہوتا!" کیپٹن فیاض نے گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔
"میرا مطلب ہے!" عمران پلکیں جھپکا کر بولا "تم سُن سکو گے میری داستان! —"
"سناؤ کیا بک بک شروع کر دی ہے!" فیاض جھلا کر بولا۔
"لو پھر شروع ہوتا ہوں!"
عمران نے انگلیاں اٹھا کر اس طرح کہا جیسے چاندماری شروع کرنے والا ہو۔ وہ اس کی آنکھوں کے سامنے انگلیاں نچانے لگا۔
"یہ کیا حرکت ہے! —"
"حرکت میں برکت ہے پیارے سوپر فیاض! —"
"بس اب یہ سب کچھ بند کرو—" وہ غصے سے بولا۔ "اب اپنے الہام کے متعلق بات کرو! —"
عمران ایکدم سنجیدہ ہو گیا۔ اور ٹھہری ہوئی آواز میں بولا۔
"کئی لوگ چھٹی حِس بھی رکھتے ہیں! —"
"ہاں۔ سنا تو ہے!" فیاض اُسے مشکوک نظروں سے دیکھ کر بولا۔

"سننے سنانے والی بات نہیں ہے پیارے سوپر!" عمران سنجیدگی سے بولا۔ "اور چھٹی حس رکھتے ہیں۔ اور اس سے کام بھی لیتے ہیں!"

"لیتے ہوں گے!" پھر وہ چونک کر بولا "تو تم نے چھٹی حس سے کام لیا ہے!"

"بڑی دیر کے بعد سمجھے پیارے سوپر!" عمران اطمینان سے پلکیں جھپکا کر بولا۔ "واقعی میں نے چھٹی حس سے کام لیا تھا۔ اور میں سو فیصد کامیاب رہا۔"

وہ رُک کر فیاض کو دیکھنے لگا۔

"رُک کیوں گئے بکو بھی!"

اس نے فیاض کو گھور کر دیکھا۔

"ذرا اپنا رویہ ٹھیک کرو! میں ایک عظیم آدمی ہوں!"

"ہونہہ عظیم آدمی!" وہ طیش میں آ کر بولا "میں تم جیسے عظیم آدمی کو ایک پولیس آفیسر کا وقت ضائع کرنے کے جرم میں اندر بھی کر سکتا ہوں۔"

"یہ حسرت تو بہت عرصے سے ہے تمہاری" عمران نے ایک فلک شگاف قہقہہ لگا کر کہا۔

"مجھے بند کر کے دیکھ لو نتیجے میں تمہارے صاف ہوں! پالش کرنے کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی۔ کر دو بند مجھے!"

اسی لمحے ایک چپراسی اندر آ گیا اور بولا۔

"یہ کیا ہوا تھا صاحب!"

کیپٹن فیاض اس کی طرف دیکھتے ہوئے ہلکے تبسم کے ساتھ کہا۔

" بھینسا ڈکرا رہا تھا ـــ"

چپراسی نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا ـــ اُسے کہیں بھینسا دکھائی نہ دیا۔ اُس کی اس حرکت پہ عمران نے پھر قہقہہ لگایا ـ اور چپراسی بوکھلا کر باہر نکل گیا ـ

فیاض بے ساختہ مسکرانے لگا ـ اب اس کی اُلجھن دور ہو چکی تھی ـ اُس نے پُر سکون نگاہوں سے عمران کی طرف دیکھا ـ

" ہاں تو احمق اور فلاسفر جاسوس اب بتاؤ تمہاری چھٹی حس نے کیا گل کھلایا ـــ"

" گلشن گلشن کھلے ہیں گل ـ تم میرے دل کی بگیا کھلا دو ! ـــ"

کیپٹن فیاض نے منہ بنا کر ذرا کرخت لہجے میں کہا ـ

" پھر وہی بے ہودہ باتیں ! ـــ بس اب شروع ہو جاؤ ! ـــ"

عمران نے ایک گہرا سانس لیا ـ اور اپنے چہرے پر ایک دم سنجیدگی طاری کر لی ـ اور بولا ـ

" میں اپنے خاص کمرے میں بیٹھا چائے پی رہا تھا ـ سلیمان باورچی خانے کا بجٹ سنا رہا تھا ـ اچانک مجھے خیال آیا کہ جب سائرہ تمہارے پاس سے جائے گی تو یقیناً اس کا تعاقب کیا جائے گا ـ جب وہ کسی نا معلوم وجوہ کی بنا پر اسکے ڈیڈی کو قتل کر سکتے ہیں تو اسے بھی ٹھکانے لگا سکتے ہیں ! ـــ"

" آخر وہ کیا وجوہ ہے ! ـــ"

" کچھ دن سوچ کر بتاؤں گا ! ـ" عمران منہ بنا کر بولا ـ " سننے ہو یا چلا جاؤں ! ـــ"

کیپٹن فیاض ایک آہ بھر کر بولا —
"ہاں سناؤ ا—"
"میں فوراً ٹو سیٹر لے کر ویران سڑک پہ پہنچا - میرا اندازہ درست نکلا"
"مطلب یہ کہ تمہاری چھٹی حس کامیاب رہی —" فیاض نے پوچھا۔
"بالکل کامیاب رہی ا—"
"پھر تم نے سائرہ کی گاڑی دیکھ لی —"
"ہاں — میں اس کی گاڑی دیکھ کر دوسرے راستے سے اسی سڑک پر آ گیا۔"
عمران نے کہا۔" وہ سڑک ویران اور سنسان ہے۔ تھوڑی دیر بعد سائرہ کی گاڑی آ گئی - بدمعاش پہلے ہی اپنی گاڑی میں وہاں پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے اپنی گاڑی کو ترچھی کر رکھا تھا۔ ان کی گاڑی نے بقیہ سڑک روک لی تھی - یہ دیکھ کر سائرہ نے بھی اپنی کار روک لی ا—"
"ٹکر تو نہیں ہوئی - " فیاض نے پوچھا۔
"اگر اس کی گاڑی تیز ہوتی تو یقیناً ٹکر ہو جاتی - دونوں گاڑیاں تصادم سے محفوظ رہیں - پھر تینوں بدمعاش اس کی گاڑی کے قریب پہنچ گئے۔ ایک بدمعاش نے اس سے سوال دجواب کئے - پتہ نہیں ان کے درمیان کیسے مکالمے دہرائے گئے۔ کہ اچانک سائرہ نے بدمعاشوں کو کار کا دروازہ مارا - بدمعاش دور جا گرا اور وہ بیگ اٹھا کر بھاگ نکلی"
"بہت ہی دلیر لڑکی ہے ؟ —"
"مگر اس کی دلیری زیادہ دیر نہ چلی — آخر کار وہ بھاگتے بھاگتے ایک بدمعاش کی ٹھوکر سے گری - اور ان کے قابو آ گئی - انہوں نے اس کا بیگ چھین لیا۔ وہ اسے نیم بے ہوشی کی حالت میں اٹھا کر اس کی کار کی

طرف لے آئے۔ اور اسے کار کے ساتھ کھڑا کر دیا۔ تاکہ اسے اپنی کار سے کچل سکیں!۔۔اب میں زیادہ دیر برداشت نہ کر سکا تھا۔ میں نے فائرنگ شروع کر دی۔ بدمعاش اپنی کار کی طرف بھاگے۔ ایک بدمعاش میری گولی کھا کر گرا اور مر گیا۔ اس کی لاش جلدی اٹھوا لینا۔۔۔ "

"ہوں! تو وہ بدمعاش مر گیا۔ باقی فرار ہو گئے۔۔۔"

"بالکل یہی ہوا میرا خیال تھا کہ میں کسی نہ کسی کو زندہ پکڑ لوں گا۔ مگر ایسا نہ ہو سکا۔ پھر میں بے ہوش سائرہ کو اٹھا کر اپنی ٹوسیٹر کی طرف چلا گیا۔"

"پھر کیا ہوا!" فیاض دلچسپی لیتے ہوئے بولا۔

"ذرا سوچ لوں پھر کیا ہوا!" عمران نے اپنے چہرے پر حماقتوں کے ڈونگرے برسا کر کہا۔

"اُف خدا اب احمق پن کو ختم کرو اور بتاؤ پھر کیا ہوا!۔۔"

عمران جواب دینے کی بجائے اُلوؤں کی طرح پلکیں جھپکانے لگا۔ اور کیپٹن فیاض اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ پھر وہ اسے گھور کر بولا۔

"تم نے کل کہا تھا کہ اس کے ڈیڈی کے پاس ایک پیکٹ تھا۔ اس پیکٹ میں کیا تھا۔۔!" کیا ربڑ کی گڑیا تھی۔۔"

"ہو سکتا ہے؟" عمران نظریں چرا کر بولا۔

"تمہیں سیٹھ نے کس طرح بلایا تھا۔۔"

"فون کیا تھا۔۔"

"پھر تم وہاں گئے تھے!" فیاض بولا "اور تم نے پیکٹ لیا تھا مگر کس سے!۔۔"

"سائرہ سے!" عمران نے کہا۔

"پیکٹ میں کیا تھا؟" فیاض نے بے چینی سے پوچھا۔

"دیکھ کر بتاؤں گا!" عمران نے کہا "فی الحال لڑکی ہسپتال میں ہے!"

"کیا اس کی زندگی خطرے میں ہے؟" فیاض نے پوچھا۔

"نہیں!" عمران نے کہا "معمولی خراشیں ہیں۔ دو چار روز میں صحت یاب ہو جائے گی۔"

چند لمحے سوچ کر کیپٹن فیاض بولا۔

"تمہاری زندگی سخت خطرے میں ہے؟"

"کیوں؟" وہ بوکھلانے کی اداکاری کر کے بولا۔

"تم نے اور سائرہ نے مجرموں کو قریب سے دیکھا ہے!" فیاض بولا "وہ تم دونوں کو قتل کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"تو پھر ہم آرام سے قتل ہو جائیں گے!"

"میں دو آدمی سائرہ کی حفاظت کے لئے بھیج دیتا ہوں!" کیپٹن فیاض نے کہا۔

"بھیج دو اور ایک "دو تین" فوج میری حفاظت کے لئے بھی بھیج دینا۔"

یہ کہہ کر عمران اٹھا اور احمقانہ انداز میں دروازے کی طرف بڑھا۔ وہ اسے جاتے جھنجھلاہٹ بھرے انداز میں دیکھتا رہا۔





ایک سجے سجائے کمرے میں وہ بیٹھا شراب نوشی
میں مصروف تھا۔ اس کی انگلیوں میں سگار سلگ رہا تھا۔ وہ شکل وصورت
میں ایک بدمعاش دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی نیلی
اور سرخ تھیں۔ رخسار سے کان تک خنجر کا زخم چلا گیا تھا۔ گو اس کا
جسم دبلا تھا۔ مگر ٹھوس تھا۔ وہ کافی طاقتور لگتا تھا۔

اس کے ہاتھ میں چمکتا ہوا شیشے کا جام تھا جس میں ارغوانی رنگ
کی شراب لہرا رہی تھی۔ اس کے خوفناک چہرے پر سوچوں کی شکنوں کا
جال پھیلا ہوا تھا۔ وہ اضطرابی کیفیت میں تھا۔ یکایک اس نے جام
حلق میں انڈیل لیا اور سگار کا ایک کش لگا کر سامنے دیکھنے لگا۔ سامنے
لگی چھوٹی سی سکرین پر اسے ایک دیوہیکل آدمی کی تصویر دکھائی دینے لگی۔
اس کے ساتھ ہی سرخ بلب سپارک کرنے لگا۔

"باس! کیا مجھے اندر آنے کی اجازت ہے!"

باس نے سگار ایش ٹرے میں رکھ کر کہا۔

"ہاں۔ تم اندر آ سکتے ہو!"

بیڈیائی لہروں کے ذریعے دروازہ کھلا اور وہ دیوہیکل آدمی بنفس نفیس

اس کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ ایک درندے کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ وہ دراز قد اور ٹھوس پٹھوں کا جسم رکھتا تھا۔ سیاہ رنگ اسے ایک حبشی کی صورت میں پیش کر رہا تھا۔ اس کی آواز کرخت اور بھاری تھی۔

"باس! — تم ہر وقت شراب پیتے رہتے ہو! — مجھے اس سے نفرت ہے!"

"فضول بکو اس سے پرہیز کیا کرو! — ورنہ تمہارا یہ سیاہ جسم نیلی جھیل میں مردہ حالت میں تیر رہا ہوگا۔ باس سے بات کرنا سیکھو! —"

"بہت اچھا باس!" وہ کانپ کر رہ گیا۔

"تم اور ایڈر بالکل نکمے ہو!" وہ خوفناک آواز میں بولا "تم نے مجھے ایک الجھن میں ڈال دیا ہے۔ میں بڑا پریشان ہوں —"

"ہم نے کیا کیا ہے باس! —"

"تم نے سیٹھ اور اس کے نوکر کو قتل کر کے میرے لئے بہت بڑی مصیبت پیدا کر دی ہے! —" وہ پُرسکون لہجے میں بولا۔

"دونوں ہیرو بننے کی کوشش کر رہے تھے! — ہم نے ذرا ہاتھ دکھائے اور وہ گئے جہنم میں! —"

"بکومت میں بہت پریشان ہوں! — اگر سیٹھ بچ جاتا تو بہتر تھا —"

"میرا تو خیال تھا بچ گیا ہوگا!" دیوہیکل ہیری نے کہا "میں نے تو ذرا سا ہاتھ مارا تھا۔ پستول والا ہاتھ زیادہ ہی گہرا پڑ گیا تھا تب ہی تو وہ مر گیا۔"

"اس کے مرنے سے پولیس حرکت میں آ گئی ہے! —"

"پولیس ہمیں تلاش نہیں کر سکتی باس! —"

اس نے اطمینان سے کہا۔

"پولیس کی مجھے اتنی زیادہ فکر نہیں ہے!"

"اور کس بات کی فکر ہے باس!—"

"عمران اور وہ لڑکی صائرہ بہت چالاک ہیں۔ وہ کچھ گڑبڑ کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"انہیں ٹھکانے لگانے کی کوشش کی جائے گی!"

"کوشش نہیں!" باس نے اسے چلچلاتی نگاہوں سے گھور کر کہا" انہیں ہر حال میں مرنا ہے!—"

"عمران بہت ہی خطرناک ہے!"

"تم سے بھی زیادہ خطرناک ہے!" وہ خشونت سے بولا۔

"اس ملک کی سیکرٹ سروس اس کی کارکردگی پر ناز کرتی ہے!"

"بکواس مت!" وہ غرایا۔ یوں لگتا ہے تم اس سے ہراساں ہو۔"

"یقیناً میں اس سے ہراساں ہوں — وہ بہت ہی خوفناک قسم کی چیز ہے۔ ہمارے ایک آدمی کو قتل کرکے لڑکی کو اڑا لے گیا۔ اور ہم اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے!—"

"تم بزدل اور نکمے ہو!" باس نے زخمی بھیڑیئے کی طرح غرا کر کہا۔

"نہ ہم بزدل ہیں اور نہ نکمے!—"

"پھر اس سے ڈرتے کیوں ہو؟—"

"میں اپنے علاقے جے پور میں کسی سے نہیں ڈرتا—"

پھر وہ کچھ دیر رک کر بولا۔

"یہ عمران جانے کیوں آ گیا — اچھی بھلی گذر رہی تھی!—"

"سیٹھ نے بلوایا تھا اسے!" باس نے چند لمحے رُک کر کہا۔ کہیں عمران کو معلوم نہ ہو گیا ہو کہ اس ڈبے میں کیا ہے!—"

" اگر معلوم بھی ہو گیا ہو گا تو کیا ہے؟—" دیوہیکل ہیری نے کہا

" تم نرے گاؤدی ہو—اگر اسے پتہ چل گیا تو ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے۔" وہ غراتی ہوئی آواز میں بولا " اسی لئے میں کہتا ہوں کہ عمران اور لڑکی کو قتل کر دیا جائے!—"

" فکر مت کرو باس!" وہ پورے وثوق سے بولا " اسے قتل کر دیں گے!—"

"شاباش!" باس اطمینان سے بولا " اب مجھے کچھ سکون ہوا۔ جتنی جلدی بھی یہ کام ہو جانا چاہیئے!—"

" یہ کام بہت جلد ہو گا باس؟—"

" تم کبھی ناکام نہیں رہے!" باس نے کہا " اگر تم نے اس مرتبہ یہ کام کر دیا۔ تو تمہیں بے شمار دولت دی جائے گی!—"

" مجھے دولت کی نہیں تمہاری خوشنودی کی ضرورت ہے باس!"

" ویری فائن!—" باس خوش ہو کر بولا " اب تم شیر بنے ہو!"

" مگر یہ یاد رہے باس کہ عمران ببر شیر ہے!"

" پھر وہی بزدلی اور مایوسی کی بات!—" وہ غصے میں بھڑک کر بولا میں ایسی باتیں سننا پسند نہیں کرتا! میں تم لوگوں کو روپیہ دیتا ہوں اور کام لیتا ہوں۔ تم اور تمہارے آدمی میرے لاکھوں روپے کھا چکے ہیں تمہیں یا تمہارے کسی بھی آدمی کو یہ کام کرنا ہو گا!—میں ناکامی کو پسند نہیں کرتا میرا کام ہی اس قسم کا ہے۔ اگر میں ناکام ہو جاؤں تو زندہ

نہیں رہ سکتا! —،،

"باس! — یوں لگتا ہے جیسے تم بالکل ہی کمزور ہو گئے ہو۔ خود بھی کچھ کر لیا کرو۔ یہاں پورے ملک سے ٹکر لینے والی بات ہے۔ عمران ہمارا بہت ہی مہنگا شکار ہے! —"

"عمران کو ہر حال میں شکار ہونا ہے خواہ میری کتنی ہی دولت خرچ ہو جائے! —،،

وہ ایک قہقہہ لگا کر بولا۔

"تو پھر باس نوٹوں کے درشن کراؤ! —"

"او ہہ! —" وہ اسے گھور کر بولا۔ "تم ایسے نہ چھوڑو گے! —"

یہ کہہ کر اس نے میز کی دراز کھولی اور نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر اس کی طرف پھینکی۔ اس نے فوراً دبوچ لی اور ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ لا کر بولا۔

"سمجھ لو میس باس! عمران اور وہ لڑکی ختم ہیں! —"

"اب جلدی جاؤ —،،

ہیری تیزی سے مڑا اور باہر نکل گیا۔ ایلڈر راہداری میں کھڑا تھا۔ اس نے ہیری کو دیکھ کر دیوار سے ٹیک ہٹالی اور اسے گھور کر بولا —

"اس گدھے باس سے کیا باتیں ہوئیں۔"

"وہ ڈینکی میس عمران اور لڑکی کو قتل کرانا چاہتا ہے! —"

"انہیں قتل کرانا چاہتا ہے یا ہمیں راستے سے ہٹانا چاہتا ہے! —"

اس کی بات سن کر ہیری زور سے چونکا۔

"تمہارا مقصد کیا ہے؟ —،،

وہ ہونٹوں کو دبا کر منہ چلاتے ہوئے بولا ۔
"تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے بھینسے !۔ تمہارا جسم طاقتور ہے مگر عقل کمزور ہے !۔"
"کیا ہم عمران کو قتل کر سکتے ہیں !۔"
وہ اسے غور سے دیکھ کر بولا ۔
"وہ لوہے کا ہے کیا ؟۔"
"نہیں !۔"
"تو پھر ہم اسے قتل کیوں نہیں کر سکتے !۔"
"یہ اس کا اپنا ٹیلنٹ پالیسیا ہے !۔" ایلڈر نے کہا۔ "عمران شکل وصورت سے احمق دکھائی دیتا ہے۔ مگر وہ بے حد طاقتور ہے۔ میں نے اسے اپنے سے زیادہ جفادری بدمعاشوں سے لڑتے دیکھا ہے۔ اس نے ایک مرتبہ دس بدمعاشوں کا پتہ صاف کر دیا تھا !۔"
"میں نے بھی اسے لڑتے دیکھا ہے !۔" وہ اثبات میں گردن ہلا کر بولا
"پھر کیا اسے قتل کرنا آسان ہے !۔"
وہ گدھا میسن کہتا ہے !۔ کہ تمہارے لئے اسے قتل کرنا مشکل نہیں !۔"
"یوں سمجھ لو !۔" وہ اسے غور سے دیکھ کر بولا ۔
"باس اب ہم سے اکتا گیا ہے ۔ اس لئے اس نے ہمیں اس کام پر لگا دیا ہے !۔"
"پھر کیا کیا جائے !۔" ہیری نے تذبذب میں پڑ کر پوچھا ۔
"باس کے مال پر عیش کی جائے !۔"
"اگر عمران اور وہ لڑکی قتل نہ ہوئے تو باس ہمارا جینا مشکل کر دے گا۔"

"لڑکی کو ہم قتل کر سکتے ہیں!" ایلڈر نے کہا "لڑکی کو قتل کرنے کے بعد کچھ دن عیاشی کی جائے گی اور باس کو ڈرا دیا جائے گا!"

"یہ ترکیب کافی اچھی ہے!" ہیری نے کہا "لڑکی کے قتل سے باس مطمئن ہو جائے گا۔ اور ہم آسانی سے روپیہ بٹورتے رہیں گے!"

"چلو پھر عیش کریں!"

یہ کہہ کر اس نے ہیری کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"میرا حصّہ!"

"بہت ہوشیار ہو!" ہیری نے کہا "باس نے ابھی کچھ نہیں دیا"

"ٹھیک کہتے ہو!"

یہ کہہ کر اس نے اس کے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اور نوٹوں کی گڈی نکال لی۔

"یہ نوٹوں کی گڈی کسی بھوت نے تمہاری جیب میں ڈال دی ہے۔"

ہیری کے ہونٹوں پر خجل سی مسکراہٹ لہرانے لگی۔ اور جھینپ کر بولا۔

"مجھے یقین تھا تم خود ہی میری جیب سے نوٹ نکال لوگے؟"

اس اثناء میں بلڈر نوٹ آدھے کر چکا تھا۔

آدھے نوٹ اس نے ہیری کی جیب میں ڈال دیئے۔ اور ہیری مسکرانے لگا۔ وہ دونوں بہترین دوست تھے۔ مگر ایک دوسرے پر ذرا بھی اعتبار نہ کرتے تھے۔ وہ خوبصورت بنگلے سے نکل کر باہر آ گئے۔

باہر ایک شاندار کار کھڑی تھی۔ اس کا رنگ سرخ گہرا تھا۔ وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے کار کی طرف بڑھ رہے تھے۔ پھر وہ اگلی سیٹوں پر براجمان ہو گئے۔ رات گذرتی چلی جا رہی تھی۔ ہیری

کا رڈرا ئیو کر رہا تھا۔ ایلڈر نے کہا۔

"کہاں چلو گے دوست؟ —"

"جہاں جام سے جام اور شباب سے جوانیاں ٹکراتی ہیں! —"

"وہ کونسی جگہ ہے بھلا! —"

"شہزاد کلب سے زیادہ اچھی اور کونسی جگہ ہو سکتی ہے بھلا"

"چلو پھر وہیں چلتے ہیں! —"

ہیری نے کار کی رفتار میں اضافہ کر دیا۔ سڑکوں پر کافی رونق تھی۔ روشنیاں بکھری ہوئی تھیں۔ مختلف بارونق سڑکوں سے گذرنے کے بعد وہ شہزاد کے کلب کے سامنے آ گئے۔ گیٹ پر ایک چوکیدار کھڑا تھا۔

اس نے ادب سے انہیں سلام کیا۔ اور وہ بے اعتنائی سے اس کے سلام کا جواب دے کر کار گیٹ سے نکال لے گیا —

کمپاؤنڈ میں آ کر اس نے کار کھڑی کر دی۔ اور دونوں نیچے اتر آئے۔ کلب کی عمارت کی طرف ان کے قدم اٹھنے لگے۔ وہ جلد ہی بلوری گیٹ کے سامنے چلے گئے۔ وہاں ایک دربان سفید وردی میں ملبوس موجود تھا۔ وہ ادب سے جھکا اور شیشے کا چکردار دروازہ گھما دیا۔ وہ گیٹ میں داخل ہو کر اندر چلے گئے۔ چکنے فرش پر ان کے جوتے پھسل پھسل جاتے تھے۔

اندر سے آرکیسٹرا کی آواز آ رہی تھی۔ وہ ایک راہداری مڑ کر وہاں چلے گئے۔ ہال میں رونق اپنے شباب پر تھی۔

تقریباً تمام میزیں پر تھیں۔ اور متجسس نگاہوں سے اِدھر اُدھر

دیکھنے لگے۔ اچانک دو نوعمر جاپانی لڑکیاں برآمدے سے نکل کر اُن کے سامنے آگئیں۔ اور مسکراہٹوں کی بجلیاں گرا کر مسحور کن آواز میں بولیں۔

"ہیلو! — کس کی تلاش ہے!"

"جن کی تلاش تھی وہ آگئیں!" ایلڈر مسکرا کر بولا۔ اور ایک جاپانی نیم عریاں لڑکی کا ہاتھ تھام لیا — اس کا ملائم ہاتھ اس کے کرخت ہاتھوں میں آکر دبنے لگا۔

دوسری طرف ہیری دوسری لڑکی کا ہاتھ تھام چکا تھا۔ وہ دونوں جاپانی لڑکیوں کو لے کر سامنے چلے گئے۔ گوشے میں ایک میز خالی تھی — وہ چاروں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اُن کے کرسیوں پر بیٹھتے ہی ایک سفید پوش ویٹر ان کے قریب آگیا۔ اور شستہ لہجے میں بولا۔

"آرڈر پلیز! —"

"ایک بلیک ڈاگ! سوڈا اور برف لے آؤ! —"

"او کے سر! —"

یہ کہہ کر ویٹر چلا گیا۔ اس کے بعد وہ ہوسناک نگاہوں سے لڑکیوں کی کاجل لگی آنکھوں میں جھانکنے لگے۔ وہ بھی بے حیائی سے مسکرانے لگیں۔

ہیری ایک لڑکی کا ہاتھ دبا کر بولا۔

"کیا آج رات فارغ ہو! —"

"تم جیسا نوجوان سامنے ہو!" وہ اسے اکسانے والی آواز میں بولی: "تو میں بھلا کیسے فارغ نہ رہ سکتی ہوں! —"

دوسری طرف ایلڈر نے دوسری لڑکی سے کہا۔

"آج رات خوب عیش ہوگی! —"

"عیش زندگی ہے!" وہ ہنس کر بولی "تو پھر کیوں نہ عیش کریں۔"
ویٹر شراب لیے آیا۔
ہیری نے کاک اڑایا اور شراب گلاسوں میں اچھلنے لگی۔ سوڈا اور برف ڈالنے کے بعد انہوں نے جام ہونٹوں سے لگا لئے۔ وہ کافی دیر تک شراب نوشی کرتے رہے۔
شراب سے فارغ ہو کر انہوں نے خمار آلود نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ ہیری شراب سے لڑکھڑاتی آواز میں اپنی ساتھی لڑکی سے مخاطب ہوا۔
"کھانے میں کیا پسند کرتی ہو ڈارلنگ!"
"سی فوڈ!"
دوسری طرف ایلڈر نے اپنی ساتھی لڑکی سے پوچھا۔
"تم کیا کھاؤ گی ڈارلنگ!"
"میں بھی سمندری غذا ہی پسند کرتی ہوں!"
"کیا سب جاپانی سمندری غذا پسند کرتے ہیں!" ہیری نے پوچھا۔
"ہم لوگ شوق سے سمندری غذا کھاتے ہیں!"
جب ویٹر آیا تو انہوں نے سمندری غذا کا آرڈر دیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر انہوں نے بھاری بل ادا کیا۔ اور دو کمرے بک کرا کے اوپر چلے گئے۔ عمران کو ختم کرنے کا خیال اُن کے دل سے نکل چکا تھا۔





عمران اور اس کا گہرا دوست سلمان کیفے تہران میں بیٹھے مہک آور چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ سلمان نے اس کی طرف غور سے دیکھ کر کہا۔

" کہو یار وہ لڑکی کیسی ہے؟ ۔۔"

" کس کھڑکی کی بات کرتے ہو بھائی سلمان!" عمران احمقانہ انداز میں پلکیں جھپک کر بولا۔ " یہاں تو کوئی کھڑکی نہیں!۔۔ پھر وہ ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ دوسری میزوں پر بیٹھے لوگ اسے متحیرانہ نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ انہیں یوں لگ رہا تھا کہ جیسے کوئی دیوانہ سامنے کی میز پر بیٹھا ہوا۔

سلمان جھینپ کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اس نے مسکرا کر کہا۔

" احمق مت بنو دوست!۔۔ بتاؤ وہ لڑکی کیسی ہے!۔۔"

وہ ایک گہرا سانس لے کر بولا۔

" لڑکی کیا ہے بس پٹاخہ ہے!۔۔ مگر تم کیوں پوچھتے ہو؟"

عمران اسے گھورنے لگا۔

اس نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔۔

"میں سیٹھ رشید کے معاملات کا پرائیویٹ جاسوس ہوں ۔"

"یہ میں جانتا ہوں کہ میرا دوست سلمان سو فیصد پرائیویٹ جاسوس ہے"
عمران اب اسے غور سے دیکھنے لگا تھا۔ وہ اسے اس طرح اپنی طرف دیکھتے پا کر کھسیانہ ہو گیا۔ عمران پھر ایکدم بولا ۔

"مگر یار تم نے کبھی بتایا نہیں تھا کہ تم سیٹھ رشید کے معاملات کے نگران بھی تھے!"

"میں اپنے راز کسی قریبی دوست کو بھی نہیں بتا سکتا!"

"کیوں؟" عمران نے اس کے چہرے پر نگاہیں جما دیں ۔

"یہ میرے پیشہ ورانہ راز ہوتے ہیں" وہ بولا۔ "راز کے ہی میں پیسے وصول کرتا ہوں!"

چند لمحے وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے چائے کی چسکیاں لگاتے رہے۔ پھر عمران نے پیالی دوسری طرف سرکاتے ہوئے کہا۔

"کیا سیٹھ رشید کالا دھندہ کرتا تھا!"

"کیا مطلب؟" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"میرا مطلب ہے!" عمران اب بالکل سنجیدہ ہو چکا تھا۔ "وہ اسمگلنگ، بلیک مارکیٹنگ یا کوئی اس قسم کا کاروبار کرتا تھا۔ بڑے لوگ اکثر ایسے کاروبار کر کے بڑے بنے ہیں!"

وہ سوچنے لگا۔ اس کی نگاہیں سگریٹ کے دھوئیں پر جمی ہوئی تھیں۔ عمران نے پھر پوچھا۔

"کیا یہ بھی کوئی راز ہے؟"

"نہیں!"

" تو پھر بتاتے کیوں نہیں اسے "

" کیا بتاؤں ؟ " وہ چائے کی پیالی ایک طرف کھسکا کر بولا۔

" یہی کہ سیٹھ رشید، سائرہ کا باپ غلط دھندہ تو نہیں کرتا تھا! "

عمران اسے گہری نظروں سے دیکھ کر پوچھ رہا تھا۔

" بالکل نہیں ! " وہ جلدی سے بولا " اس بات کی تو میں قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ کوئی غلط دھندہ نہ کرتا تھا۔ "

" تو پھر اس کی جان کیوں لی گئی ! "

" کچھ لوگ اس کی جان کے دشمن بن گئے تھے ! "

" آخر اس کی کوئی وجہ تو ہوگی ؟ ۔۔۔ "

" وجہ تھی !۔۔۔ " وہ عمران کی طرف دیکھ کر بولا۔

" کیا وجہ تھی ؟ " عمران نے دلچسپی سے پوچھا ۔۔

" ان کے پاس ایک پیکیٹ تھا ! "

" گرین پیکیٹ ؟ " عمران نے آرام سے کہا۔

وہ زور سے اچھلا جیسے اسے کرنٹ چھو گیا ہو۔ اور وہ عمران کو مشکوک نگاہوں سے دیکھ کر بولا۔

" تمہیں کیسے معلوم ہوا۔ "

" میں عمران ہوں سیکرٹ سروس کا اعلیٰ ترین کارکن۔ " وہ آنکھیں نچا کر بولا " میں معلوم کر لیتا ہوں !۔۔ ہاں تو اس پیکیٹ کے بارے میں تم کیا جانتے ہو !۔۔ "

" کیا مجھے نہیں بتاؤ گے کہ اس پیکٹ کے بارے میں کیسے جانتے ہو "۔

" مجھے سیٹھ رشید نے فون کر کے بلایا تھا ! "

"مگر جب تم وہاں پہنچے تو رشید کو قتل کر دیا گیا تھا۔!" وہ پھر اُسے مشکوک نظروں سے دیکھنے لگا۔ عمران سمجھ کہ اگر اُسے تسلی بخش جواب نہ دیا گیا۔ تو وہ کچھ نہ بتائے گا۔ اس لئے اس نے کہا۔

"یہ درست ہے کہ میں اس کے قتل کے بعد پہنچا تھا۔ مگر اس وقت پیکیٹ کے بارے میں سائرہ نے مجھے بتایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بدمعاش اُسے بھی قتل کرنا چاہتے ہیں!۔"

"بدمعاشوں کو کیسے معلوم ہوا کہ سائرہ پیکیٹ کے متعلق جانتی ہے۔"

"آخر وہ بدمعاش ہیں معلوم کر لیا ہو گا!۔"

"یہ سب کیا ہے۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا!۔ سلیمان زچ ہو کر بولا۔

"تم اس کے متعلق کچھ تفصیل مجھے سمجھا سکتے ہو!۔"

"تم نے تو کچھ بتایا ہی نہیں!۔"

وہ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔

"تمہیں بتانا ہی پڑے گا۔ کیونکہ اس کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں شائد ہم دونوں مل کر کوئی بہتر صورت نکال سکیں۔"

"ہاں یہ کی تم نے کام کی بات!۔"

وہ کچھ لمحے خاموش رہ کر بولا۔

"مجھے بھی سیٹھ رشید نے فون کر کے بلایا تھا؟۔"

"اسی روز؟۔" عمران نے پوچھا۔

"نہیں۔ ایک روز پہلے؟" وہ اسے غور سے دیکھ کر بولا۔

"کیا الفاظ سیٹھ رشید کے؟۔" عمران نے پوچھا۔

"اس نے کہا تھا۔ جلدی آؤ ایک پیکیٹ کے بارے میں تم سے بات

کرتا ہے با۔"

"پھر!۔۔"

"پھر سلیمان نے کہا۔ میں وہاں پہنچا۔ سیٹھ رشید اپنے مطالعہ روم میں بیٹھے سگار پی رہے تھے۔ کچھ بے چین سے تھے۔

"کیا تم نے ان کی بے چینی کا اندازہ لگایا!۔"

" وہ زور سے چونکا۔

"تم آخر کیا پوچھنا چاہتے ہو!۔۔"

عمران احمقوں کی طرح مسکرایا۔ وہ بولا۔

"میں تمہارے جال میں نہیں پھنسوں گا۔ اگر تمہارا خیال ہے کہ وہ کسی غلط کام کی وجہ سے بے چین تھے تو یہ بات نہیں ہے۔ ان کی بے چینی کچھ اور ہی نوعیت کی تھی!۔۔"

"میں وہی تو پوچھنا چاہتا ہوں!۔"

"اس وقت تک میں خود بھی اندازہ نہ لگا سکا تھا!۔" اس کی اس بات سے عمران کچھ بجھ سا گیا۔ پھر اس نے کہا۔

"ہاں تو پھر تم نے سیٹھ رشید سے بات کی!۔"

"کس سلسلے میں!۔"

"پیکٹ کے بارے میں!۔"

"اسی لئے تو انہوں نے مجھے بتایا تھا!۔" وہ سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا۔" مجھے دیکھتے ہی ان کے چہرے پر اطمینان کی جھلک آگئی۔ مجھے خوشی ہوئی کہ سیٹھ مجھ پر اعتماد کرتے ہیں۔ اور یہ بات کاروبار کے لئے بے حد مفید ہوتی ہے۔۔"

یہ کہہ کر وہ فخریہ انداز میں عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

"اس طرح نہ دیکھو گھن چکر کام کی بات کرو!"

وہ سلیمان ادھر اُدھر دیکھ کر بولا۔

"گھن چکر کون گھن چکر!" وہ اسے نیچی ہی نگاہوں سے دیکھنے لگا

"تو تم اس چکر میں پڑ گئے!" عمران دھیمی آواز میں لاپرواہی سے بولا

"میں حیران ہوں آخر یہ چکر کیا ہے۔"

"جلد ہی ہم اس چکر کے بارے میں جان لیں گے!" عمران نے کہا

"بہرحال یہ گھن چکر نہیں ایک چکر ہے۔ جس کا جلد ہی پتہ چل جائے گا۔

پھر سیٹھ نے تمہیں پیکٹ دکھایا۔"

وہ زور سے اُچھلا۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ سیٹھ نے مجھے پیکٹ دکھایا!"

"تمہاری باتوں سے!"

وہ شرمندہ سا ہو گیا۔

"ہاں سیٹھ نے مجھے پیکٹ دکھایا۔ جب وہ میرے سامنے کرسی پر بیٹھ کر مجھے پیکٹ دکھا رہا تھا۔ تو اچانک دروازہ کھلا۔ اور پستول کی نالی دکھائی دینے لگی۔

"پستول!" عمران حیرت سے اُچھلا۔ اس کی اس اداکاری پر سلیمان مسکرا دیا۔

"ہاں پستول پھر ایک دھماکہ ہوا۔ اگر میں سیٹھ رشید کو دھکا دے کر پرے نہ گرا دیتا تو سیٹھ رشید اسی وقت قتل ہو جاتا!"

یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔ پھر بولا۔

"آخرکار بے چارہ قتل ہو گیا"

"اور تمہارے ہاتھ سے اچھی خاصی آسامی نکل گئی!" عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

سلیمان نے عمران کو شکایتی نگاہوں سے گھورا ــــ

"ایسا نہ کہو سیٹھ بہت اچھا انسان تھا۔ بہرحال میں تیزی کے ساتھ دروازے کی طرف لپکا ــــ اور راہداری میں آکر ادھر اُدھر دیکھا وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ پھر میں نے دروازے سے نکلتے ایک سیاہ پوش کی جھلک میں تیزی سے لان کی طرف بھاگا۔ جب میں دروازے پر پہنچا۔ تو وہ سڑک پر بھاگتا جارہا تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے پیچھے بھاگنے لگے۔ درختوں کے سائے میں پہنچ کر فاصلہ کم ہو گیا۔ مگر چند لمحوں کے بعد جب کہ میں سیاہ پوش کے کافی قریب پہنچ گیا تھا۔ پیچھے سے کسی نے میرے سر پر کچھ دے مارا۔ میری آنکھوں کے سامنے سرخ دھند سی لہرائی۔ میں گر چکا تھا۔"

"اس کے بعد تم ہسپتال میں پڑے تھے!" عمران نے جلدی سے کہا۔

"بالکل! ــــ اس نے کہا "چوٹ ذرا زیادہ آگئی تھی۔ جب میں ہسپتال سے نکلا تو سیٹھ قتل ہو چکا تھا ــــ میں اس کے قاتلوں کو زندہ نہیں چھوڑونگا۔"

"ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ اس کے قاتلوں کو گرفتار کیا جائے ــــ"

یہ کہہ کر عمران اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور کہا "سائرہ سے ہسپتال سے مل آنا" وہ باہر نکل گیا۔





باہر آکر وہ ٹو سیٹر میں بیٹھا۔ اور شمیر پوائنٹ کی طرف جانے لگا۔ وہ خلافِ معمول ٹو سیٹر کو آہستہ رفتار سے ہانک رہا تھا۔ وہ اس وقت جولی موڈ میں تھا۔ چیونگم چباتے ہوئے گنگنا رہا تھا۔ عجیب سی آواز نکل رہی تھی۔

یکایک وہ زور سے چونکا۔ اور عقبی عکاس کو درست کرتے ہوئے اس کی طرف غور سے دیکھنے لگا۔ ایک سیاہ لینڈ روور پیچھے آرہی تھی۔ وہ بھی بڑے مزے میں آرہی تھی۔ اُسے دیکھ کر عمران نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ اور بڑبڑایا۔

"خوب آئے گا مزا۔ اب پھنس گئے بیٹے!۔"

عمران نے ٹو سیٹر کی رفتار کم کر دی۔ شمیر پوائنٹ ایک شاندار آبادی تھی۔ وہاں زیادہ تر امیر آدمی ہی رہتے تھے۔ امراء کی یہ آبادی رات میں بھی بقعۂ نور بنی ہوئی تھی۔ سڑکوں پر آرک ہمیشہ روشنی بکھیر رہے تھے۔ کہیں کہیں کاریں آتی جاتی دکھائی دے جاتی تھیں۔

بنگلوں میں روشنیاں ہو رہی تھیں۔ آبادی سے ذرا پرے اندھیرا سمندر دکھائی دے رہا تھا۔

عمران جانتا تھا کہ وہ اس کا پیچھا نہ چھوڑیں گے۔ دور ایک بستی تھی۔ وہاں زیادہ مزدور طبقہ ہی آباد تھا۔ عمران نے سوچا اسی طرف چلا جائے۔ وہاں پہنچ کر وہ آسانی سے ادھر ادھر ہو سکتا ہے۔ اس بستی میں اندھیری گلیوں کا جال بچھا ہوا ہے۔

اس نے فوراً ہی ٹوسیٹر کی رفتار بڑھا دی۔ وہ شمیر لو پوائنٹ سے آگے نکل کر اندھیری گلیوں کی طرف جانے لگا۔ آسمان تاریک تھا۔ ستاروں کی قندیلیں کہیں کہیں روشن تھیں۔ سمندر کی طرف سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ بستی میں کتے بھونک رہے تھے۔ کسی کسی مکان میں دھندلی دھندلی روشنی ہو رہی تھی۔ دور کہیں کوئی گٹار بجا رہا تھا۔ شاید وہ اس ابتلا کے دور میں بھی پرسکون تھا۔ اور اپنی بے وفا محبوبہ کی یاد میں رت جگا منا رہا تھا۔

اس کے سروں میں سوز اور جادو کے گیت تھے۔ وہ دل میں اترتے جاتے تھے۔ عمران نے عقبی عکاس میں دیکھا۔ وہ گاڑی بدستور اس کے پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔ اس بات پر وہ تلخ انداز میں مسکرا دیا۔ اور بڑبڑایا
"فکر مت کرو بھیا۔ آج تم سے نمٹ کر ہی جاؤں گا۔"

اس نے جلدی سے اپنی ٹوسیٹر کو ایک تاریک گلی میں داخل کر دیا۔ اس نے کار روک لی۔ پھر وہ سیٹ پر بیٹھا نیچے کچھ دیکھنے لگا۔ وہ اس طرح کی حرکتیں کر رہا تھا۔ جیسے تعاقب کرنے والی کار میں موجود لوگ سمجھ لیں کہ کار کی کوئی چیز خراب ہو گئی۔ وہ ابھی نیچے دیکھنے ہی میں مصروف تھا کہ تعاقب کرنے والی کار اس کے قریب سے شوں کر کے آگے نکل گئی۔ پھر وہ تھوڑی دور جا کر ایک مکان کے سامنے رک گئی۔

عمران دلچسپی سے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ جب کچھ دیر گذر گئی وہ بھی اپنی کار سے نیچے اتر آیا۔ اب اس کا رخ اس کار کی طرف تھا۔

ابھی اس نے چند قدم ہی اٹھائے تھے کہ اسے اپنے پیچھے دبے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ آہٹ بہت ہی معمولی تھی۔ مگر عمران تو اس معمولی آہٹ پر بھی چونک سکتا تھا۔ وہ فوراً گھوم گیا۔ اگر وہ چند لمحے کی بھی دیر کر دیتا تو خنجر اس کی پیٹھ میں اتر جاتا ۔

اندھیرے میں خنجر کی چمک لہرا گئی۔ خنجر کا وار دوبارہ حملہ آور ہوا۔ عمران اب اس کے بہت قریب تھا۔ وہ جلدی سے پرے ہو گیا۔ خنجر اس کے پہلو سے گذر گیا۔ عمران حیران تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہ تو کوئی بہت ہی پھرتیلا آدمی ہے ۔

دوسرے لمحے عمران نے گردن کو جھٹکا دیا۔ اور سامنے غور سے دیکھنے لگا۔ اب اس کی نگاہوں کے سامنے خنجر لہرا رہا تھا۔ عمران نے اچھل کر ایک فلائنگ کک ماری۔ مگر وہ بھی کافی ہوشیار تھا جھک گیا۔ مگر وہ دیر کر چکا تھا۔

اس لئے کک اس کی کھوپڑی پر پڑی۔ اور وہ لڑکھڑا کر پیچھے گرا۔ خنجر اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ عمران اس کی طرف جھپٹا مگر وہ پھرتی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور عمران کی کمر پر ایک زور دار ہاتھ مارا۔ عمران کو یوں لگا جیسے کسی نے ہتھوڑا مار دیا ہو ۔ چوٹ کھا کر عمران آگے نکل گیا۔ عمران کو اب احساس ہو چکا تھا۔ کہ دشمن بہت ہی زیادہ طاقتور ہوشیار اور چالاک ہے۔ وہ آسانی سے قابو میں نہیں آئے گا۔ اس لئے اس نے بھی پھرتیلے پن کا مظاہرہ کیا۔ اور جیسے ہی وہ

اُس کی طرف بڑھا اس نے پنچ مارا۔ پنچ زبردست تھا۔ وہ بوکھلا کر دُور جا گرا۔ وہ خنجر کے بالکل قریب گرا تھا۔ اس نے فوراً خنجر پر قبضہ کر لیا۔

عمران نے بھی دیکھ لیا کہ وہ خنجر اٹھا چکا ہے۔ اس لئے عمران اس پر اُچھلا مگر وہ کمال پھرتی سے خنجر لے کر پرے ہو چکا تھا۔ عمران حیران تھا کہ اس گینگ جیسے دو چار اور آدمی ایسے ہوئے تو بڑا زبردست مقابلہ ہوگا۔ اس کے پے در پے حملوں سے عمران جھنجھلا گیا۔ اس نے گھوم کر اس کی کمر لات ماری۔ وہ لڑکھڑا کر آگے نکلا چلا گیا۔

عمران اس کی طرف دوڑا وہ آگے نہ گیا تھا بلکہ اب وہ کھسکتا جا رہا تھا۔ جیسے عمران اس کے قریب پہنچا۔ اس نے تاک کر اس کی طرف خنجر پھینکا۔ خنجر سیدھا اس کے گلے کی طرف آیا۔ اگر ایک ثانیے کی بھی دیر ہو جاتی تو خنجر اس کے گلے میں اتر جاتا۔ عمران کے قریب سے خنجر نکلا۔ ایک تیز آواز پیدا ہوئی۔

عمران یہ نہ جان سکا کہ خنجر کہاں گیا۔ ابھی وہ اندھیرے میں نگاہیں پھاڑے دیکھ ہی رہا تھا کہ دوسری طرف سے خنجر آیا اور اس کے بازو کو چھوتا ہوا گذر گیا۔ عمران کو شدید جلن کا احساس ہوا۔ اور وہ اپنے زخم کی پرواہ کئے بغیر سامنے دوڑا۔ مگر وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ شاید اس کے پاس ایک خنجر اور تھا۔

عمران اپنی اس ناکامی پر جھنجھلا گیا۔ اور اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا واپس پلٹا۔ اب اس کا رخ اپنی ٹوسیٹر کی طرف تھا۔

وہ ٹوسیٹر کے قریب آ کر رک گیا۔ اور جیب سے رومال نکال کر

زخم پر باندھ لیا۔ خون رس رہا تھا۔ زخم زیادہ گہرا تھا۔ اس لئے عمران مطمئن تھا۔ اس نے ڈوسیٹر کا دروازہ کھولا۔ مگر پھر بند کر دیا۔ اور پُرتجسّس انداز میں سامنے کھڑی کار کی طرف دیکھنے لگا۔

پھر یکایک اس نے جیب سے پستول نکال لیا۔ اور دبے قدموں کار کی طرف جانے لگا۔ ابھی وہ ان کی کار سے زیادہ فاصلے پر تھا کہ ایک فائر ہوا۔ عمران نے فوراً ہی اپنے آپ کو گرا دیا۔ اور لٹڈنگ پوزیشن پر اس پر فائر کر دیا۔ جدھر سے فائر کی آواز آئی تھی۔ اور گولی عمران کے اوپر سے گذر کر سامنے مکان کی کھڑکی کا شیشہ توڑ چکی تھی۔

عمران کے فائر نے کام دکھایا۔ اور ایک چیخ کے ساتھ دوسری منزل سے ایک ہیولا نیچے گرتا دکھائی دیا۔ عمران کچھ دیر وہیں کھڑا رہا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کی طرف کوئی فائر نہیں ہوا اور نہ کوئی کسی قسم کی آواز پیدا ہوئی ہے تو وہ پستول تانے اس طرف چلا گیا۔ جہاں ہیولا گرا تھا۔ اب اس کی نگاہیں اندھیرے میں اچھی طرح دیکھنے کی عادی ہو چکی تھیں۔ اس نے دیکھا ایک جاپانی نوجوان دل میں گولی لگنے کی وجہ سے مرا پڑا ہے۔ اس کے سینے سے خون بہہ رہا تھا۔ ایک تالاب سا گلی میں لگ گیا تھا۔

عمران اپنے فائر کے کرشمے پر مسکرایا۔ اور اُسے اس نے پاؤں کی ٹھوکر سے ہلایا۔ پھر عمران اس کے اوپر جھک گیا۔ اس کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگا۔ مگر وہ چہرہ اس کے لئے اجنبی تھا۔ اس نے اس سے پہلے اس جاپانی بدمعاش کو کہیں نہیں دیکھا تھا۔ زیرِ زمین کام

کرنے والے بدمعاشوں کو قریب قریب وہ جانتا تھا۔

وہ اس کے جاننے والوں میں سے نہ تھا۔ جب عمران نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا تو اس نے اس کی جیکٹ کی تلاشی لی۔ کچھ بھی برآمد نہ ہوا۔ پھر اس نے اس کی پتلون کی تلاشی لی۔ ہپ پاکٹ سے بٹوہ نکلا۔

اس نے بٹوے کو کھول کر دیکھا۔ پنسل ٹارچ کی مدھم روشنی میں وہ چھوٹا سا ٹوکن اُسے صاف دکھائی دے رہا تھا۔ جس پر لکھا تھا۔ بلیک ڈاگ۔ ہوٹل ایس کے۔ اس کے علاوہ بڑے بھاری تعداد میں کرنسی نوٹ نکلے۔

اس نے وہ ٹوکن اپنی جیب میں ڈال لیا اور کرنسی نوٹ بٹوے میں رکھ لئے۔ تو اس تنظیم کا نام بلیک ڈاگ ہے۔ ٹوکن پر ایک کتے کی تصویر بھی تھی۔ کتا کسی سخت نسل سے تعلق رکھتا تھا۔

عمران ابھی اس تنظیم کے بارے سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک فائر ہونے لگے۔ عمران ایک دم سڑک پر لیٹ گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ کار کی طرف سے فائرنگ ہو رہی ہے۔ عمران نے لیٹے لیٹے ہی خود بھی فائرنگ شروع کر دی۔

ایک تیز چیخ کی آواز سنائی دی۔ وہ سمجھ گیا کہ ایک تو مر گیا۔ فائروں کا سلسلہ ایک دم رک گیا۔

پھر اس کے کچھ دیر بعد اسے گاڑی آگے سرکتی دکھائی دی۔ سرخ لائٹ آگے بڑھ رہی تھی۔ عمران ایک دم حرکت میں آیا۔ وہ اُچھل کر اٹھا اور تیزی سے اپنی ٹوسیٹر کی طرف بھاگا۔ اس نے برق رفتاری سے دروازہ کھولا اور اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

اب کار دکھائی نہ دے رہی تھی۔ شاید وہ دوسری گلی میں گھوم گئی تھی۔ وہاں گلیوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ عمران تیزی سے اس جگہ آیا۔ جہاں ان کی کار گھومی تھی۔ اس نے ادھر اُدھر دیکھا مگر اسے کسی طرف سے بھی بیک لائٹ دکھائی نہ دی۔

عمران مایوس ہو گیا۔ اور وہ تیزی سے ایک طرف گھوما ابھی اس نے اس گلی کا موڑ گھوما ہی تھا کہ اسے دُور جاتا ہوا روشنی کا نقطہ دکھائی دے گیا۔ اب وہ ایک اسپارٹ سڑک پر اس کا پیچھا کر رہا تھا۔

اب الٹا چکّر شروع ہو گیا تھا۔ پہلے کار والے اس کا تعاقب کر رہے تھے اب وہ ان کے تعاقب میں تھا۔ اگلی کار پوری رفتار سے بھاگی چلی جا رہی تھی۔ اب اس کا رخ خشک چٹانوں کی طرف ہو گیا۔

اس نے بھی اپنی ٹوسیٹر کا رُخ اُدھر کر دیا۔ کاریں سنسان اور ویران علاقے سے گذر رہی تھیں۔ سڑک کے دونوں طرف خشک چٹانوں کا سلسلہ سمندر تک پھیلتا چلا گیا تھا۔ بہت وحشت خیز علاقہ تھا۔ دن میں ادھر کوئی نہ آتا تھا۔ اچانک بدمعاشوں کی طرف سے فائرنگ شروع ہو گئی۔

عمران نے بھی ایک ہاتھ میں اسٹیرنگ تھام لیا اور فائرنگ کرنے فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے کسی کا کوئی نقصان نہ ہو رہا تھا۔ عمران فائر بھی کرتا جا رہا تھا۔ اور چالاکی سے اپنی کار کی رفتار بھی بڑھا رہا تھا کچھ دیر ہی میں یہ فاصلہ گھٹنے لگا۔

مگر وہ بھی کوئی بے وقوف نہ تھے۔ انہوں نے بھی اپنی کار کی رفتار بڑھا دی۔ کاریں کچھ دیر بھاگنے کے بعد چڑھائی پر آ گئیں۔ مگر فاصلہ اتنا

ہی تھا۔ اور گاہے گاہے فائرنگ بھی ہو رہی تھی۔
اس طرح بھاگتے ہوئے وہ بہت ہی خطرناک راستے پر آ گئے۔ نیچے سمندر لہرا رہا تھا۔ سڑک کے ساتھ ساتھ آہنی جنگلا چلا گیا تھا۔
اُدھر سے فائرنگ شدت اختیار کر گئی۔ عمران اب جھنجھلا گیا۔ اس نے تاک کر ٹائر کا نشانہ لیا۔
نشانہ ٹھیک ٹائر پر پڑا۔ کار لڑکھڑائی۔ ٹائر کے پھٹنے کی آواز سن کر شاید ڈرائیور بوکھلا گیا۔ اس لئے دوسرے لمحے کار کا رخ آہنی جنگلے کی طرف ہو گیا۔ اور کار آہنی جنگلے سے ٹکرائی۔ ایک زبردست دھماکہ ہوا۔ اور تیز رفتار کار جنگلے کو توڑتی ہوئی نکلی چلی گئی۔ دوسرے لمحے وہ سمندر میں گر چکی تھی۔ اس کے گرنے سے سمندر میں جیسے زلزلہ آ گیا۔ پانی چٹانوں تک اچھلا اور پھر پرسکون ہو گیا۔ عمران نے ایک دم بریک لگائے تو سیٹر رک گئی۔ اور وہ جلدی سے نیچے اُتر آیا — اب وہ اُدھر بھاگا جہاں کار آہنی جنگلہ توڑ کر سمندر میں گری تھی —
اس نے وہاں کھڑے ہو کر نیچے نگاہیں جمادیں۔ سیاہ لہریں آپس میں اچھل رہی تھیں۔ اس کے علاوہ وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ کار سمندر میں غرق ہو چکی تھی۔ وہ چند لمحے وہاں کھڑا حسرت سے سمندر کو تکتا رہا۔ پھر ایک آہ بھر کر تھکے تھکے قدموں سے اپنی ٹوسیٹر کی طرف آ گیا۔ اتنا اچھا موقع اسے ملا تھا مگر بدقسمتی سے وہ ضائع ہو گیا —
ابھی تک وہ اندھیرے میں تھا۔ مگر اتنا اسے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ لوگ بلیک ڈاگ آرگنائزیشن سے تعلق رکھتے تھے۔ اور ایس کے ہوٹل ان کا مرکز تھا۔ مگر یہ اس کا اپنا خیال تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اسے

ایس کے ہوٹل میں کچھ نہ ملے گا۔ پنچھی اڑ جائیں گے۔ اور پنجرہ خالی رہ جائے گا۔ اور سب جانتے ہیں خالی پنجرے کا کیا فائدہ!!

عمران ٹوسیٹر میں بیٹھا اور کار کو تیزی سے چلاتا ہوا اپنے جاسوس دوست سلیمان کے بنگلے پر آگیا۔ وہ ٹوسیٹر کو پورچ میں کھڑی کر کے بنگلے کے برآمدے کی طرف لپکا۔ بیل بجائی۔ نوکر شاید سو گیا تھا۔ اس لئے بیل کی آواز سنکر سلیمان خود ہی ادھر آگیا۔ اور جیسے ہی اس نے عمران کو سامنے دیکھا وہ مسکرا دیا۔

"تم اسے"

"کیوں کیا بھوت دیکھ لیا ہے؟" عمران نے منہ بنا کر کہا۔

"چہرے کو تو ٹھیک رکھو۔ چلو آندر اسے"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا۔ سلیمان نے اس کے بازو کی طرف غور سے دیکھا اور بولا۔

"تمہارا بازو زخمی ہے اور خون بہہ رہا ہے۔ کیا کسی سے لڑ کر آ رہے ہو اسے"

"ہاں بدمعاشوں سے جھڑپ ہو گئی تھی!"

وہ ڈرائینگ روم میں آکر بیٹھ گئے۔

"کیا ہوا اسے"

"میرے پیچھے ایک نامعلوم کار لگ گئی۔ گلیوں میں جا کر خوب فائرنگ ہوئی۔ اس کے بعد خشک چٹانوں میں قصہ ختم ہو گیا۔ ان کی کار سمندر میں جا گری۔ اس سے پہلے ایک بدمعاش پہلے ہی میرے ہاتھوں قتل ہو چکا تھا۔"

"اب پھر ہم اندھیرے میں ہیں!" سلیمان نے ایک آہ بھر کر کہا۔
"ہم گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ہیں!" عمران نے کہا۔ اور دیدے نکال کر بولا۔
"اب باتیں ہی کرو گے یا فرسٹ ایڈ بھی کرو گے۔"
وہ شرمندہ سا ہو گیا۔
"ارے یہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔ ابھی آیا۔" یہ کہہ کر وہ اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد گرم پانی اور فرسٹ ایڈ کا سامان لے کر آ گیا۔
چند لمحوں کے بعد وہ عمران کو پٹی باندھ کر فارغ ہو چکا تھا۔ پٹی بندھوانے کے بعد عمران فون کی طرف چلا گیا۔ اس نے جلدی جلدی کیپٹن فیاض کے نمبر ڈائل کئے۔ اور ماؤتھ پیس میں زنانہ آواز نکال کر کہا۔
"ہائے اللہ کیا کیپٹن صاحب موجود ہیں۔"
"کون ہو تم!" ایک چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔
"وہی جس سے کل آپ نے رشوت لی تھی۔" عمران نے زنانہ آواز میں کہا۔
"بکومت!" فیاض نے گرج کر کہا۔ "میں جانتا ہوں تم کون ہو۔"
"کون ہوں بھلا میں!"
"کار آمد باپ کے بیکار بیٹے عمران احمق بے وقوف!"
"پیارے سوپر ناراض ہو گئے!" عمران نے سیرلیس ہو کر کہا۔ "بس جلدی آ جاؤ!"

"کہاں ہو!"

"تمہارے دوست سلیمان جاسوس کے ہاں"

"خوب عجیب عجیب اڈے بنا رکھے ہیں!"

"سب کچھ تمہاری رشوت کے طفیل ہے سوپر پیارے!"

"بکومت!" فیاض طیش میں آکر بولا۔ اور عمران نے ٹیلیفون بند کر دیا۔

"خوب تنگ کرتے ہو کیپٹن کو!" سلیمان نے ہنس کر کہا۔ "کیس بھی تو وہی لے جاتا ہے۔"

"ہاں یہ بات تو ہے!" سلیمان نے کہا "اسی لئے وہ ہمیں برداشت کرتا ہے!"

تھوڑی دیر کے بعد کیپٹن فیاض آدھمکا۔ انہوں نے اسے صوفے پر بٹھایا۔ چائے پینے کے بعد عمران نے اسے تمام روداد سنا دی۔ کیپٹن فیاض اُسے مشکوک نگاہوں سے دیکھ کر بولا۔

"غلط بیانی تو نہیں کر رہے ہو!"

"بالکل تو نہیں!" عمران نے کہا۔

"ہوں" فیاض بولا۔ "تو اب معاملہ زیادہ ہی خطرناک ہو گیا۔ تمہیں اپنی حفاظت کرنا ہو گی۔ میں اسلم سے بھی ملوں گا۔ وہ ہسپتال میں ہے۔ بدمعاشوں نے اسے بھی قتل کرنا چاہا تھا۔ کوئی ایسی بات ضرور ہے۔ جو اس خاندان کو معلوم ہے۔ اور دشمن انہیں تباہ کرنے پر تلا ہوا ہے۔"

"تو پھر پیارے سوپر تم دشمن کو تباہ کر دو!"

"ایسا ہی ہوگا۔ کیپٹن فیاض نے اٹھ کر کہا "بیچ کر رہنا تمہیں

ایسا نہ ہو دشمن تمہیں قتل کریں۔۔۔"
اس بات پر عمران نے قہقہہ لگا۔ اور کیپٹن فیاض اُسے گھور کر باہر نکلتا چلا گیا۔



اُس نے طیش میں آکر دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازے کو پیٹا جا رہا تھا۔ اس نے سوچا یہ کون آ گیا ہے۔ وہ پہلی خفیہ گاہ چھوڑ کر اب نئی جگہ آ گئے تھے۔ ابھی اس بنگلے میں جدید قسم کے انتظامات نہ تھے۔ اس لئے دروازے پر دستک دے کر ہی اندر آیا جا سکتا تھا۔ اور اس وقت دروازے پر کوئی زور زور سے دستک دے رہا تھا۔ اور وہ غصّے میں بھرا دروازہ کو گھور رہا تھا۔ اُسے اس وقت دروازے پر اتنی زور سے دستک گستاخی محسوس ہوئی مگر طوعاً و کرہاً وہ اُٹھا اور ڈولتے قدموں سے دروازے کی طرف بڑھا۔
اس نے جھنجھلائے جھنجھلائے انداز میں دروازہ کھولا۔ دروازہ کھلتے اس نے ہیری کو دیکھا۔ ہیری کو دیکھ کر اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور وہ طیش میں بھر کر بولا۔
"تم۔۔۔"
"کیا تم کسی بھوت کو دیکھ رہے ہو؟" ہیری بے فکری سے

قدم آگے بڑھا کر بولا ـــ
اس نے ایک جھٹکے سے دروازہ بند کیا۔ اور اس کے پیچھے چل پڑا۔ ہیری میز کی طرف آیا۔ اور ایک سگار اٹھا کر دانتوں سے توڑنے لگا۔
میسن باس اسے قہر آلود نگاہوں سے دیکھ کر بولا۔
"تمہاری گستاخیاں حد سے بڑھنے لگی ہیں۔!ـــ"
اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ میز پر پڑا ہوا اس نے سگریٹ لائیٹر اٹھایا اور سگار کو جلا کر اسے سرد سرد نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ پھر وہ ایکدم غراتی ہوئی آواز میں بولا۔
"تم نے مجھ سے کچھ کہا تھا؟ـــ"
"یکومت!ـــ" میسن زخمی بھیڑیئے کی سی آواز میں بولا" تم پرواہ ہی نہیں کرتے!ـــ"
"کیسی پرواہ!ـــ"
"تم مجھ سے ایک بھاری رقم لے کر گئے تھے!ـــ" وہ اُسے سُرخ سُرخ آنکھوں سے گھور کر بولا ـــ
"اور وہ رقم تم اور ایلڈر نے عیاشی میں اڑا دی ـــ
"جس طرح رقم آئی تھی۔ اسی طرح چلی گئی!ـــ" ہیری اطمینان سے بولا
"میں اس قسم کی گستاخی برداشت نہیں کر سکتا!ـــ"
"تو نہ کرو برداشت!ـــ" ہیری نے ایک گہرا کش لگا کر کہا ـــ
"غور سے سنو!ـــ میں باس ہوں!ـــ" اس کی آواز میں برف کی سی ٹھنڈک تھی۔ ہیری ایک دیو ہیکل آدمی ہونے کے باوجود کانپ گیا۔
اور وہ اب ہوشیار ہو کر بولا ـــ

"میں نے کب کہا کہ تم باس نہیں ہو؟ —"

"پھر تم مجھ سے اڑنے کی کوشش کیوں کرتے ہو؟ —میسن نے کہا۔
"یاد رکھو اگر تم اسی طرح اکڑ باز رہے تو ایک روز تمہاری لاش سمندر میں تیر رہی ہوگی! —"

وہ لرز گیا۔ ایک انجانا ساخوف ہیری کے دل میں اترنے لگا۔ باس نے جو کچھ کہا تھا وہ بالکل سچ تھا۔ باس کے ہاتھ بہت لمبے تھے۔ وہ جب چاہے اسے قتل کروا سکتا تھا۔ اس نے اپنے کتنے ہی نافرمان کارندوں کو مروا دیا تھا —

اس تصور کے تحت وہ ایکدم الرٹ ہو گیا۔ اور مستعد انداز میں اس کی طرف دیکھ کر بولا۔

"دیکھو میسن یہ تم جانتے ہو کہ میں تمہارا بہترین کارندہ ہوں۔ میرے بغیر تم کچھ بھی نہیں ہو۔ شراب نے تمہارے دماغ کو زنگ آلود کر دیا ہے۔ میں جانتا ہوں تم مجھے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ لیکن میرے باس ہو۔ اس لئے میں تمہاری عزت کرتا ہوں! —"

"یہ مت بھولو کہ میں تم پر لاکھوں خرچ کرتا ہوں! —"

"اس کے عوض ہم تمہارے لئے لاشوں کے سوداگر بن جاتے ہیں —"

"غلط ہے — عمران اور سائرہ کو تم اب تک قتل نہیں کر سکے —"

"ہم نے کوشش تو کی ہے۔ ایلڈر ناکام رہا تو میں کیا کر سکتا ہوں —"
حالانکہ خنجر پھینکنے میں اس کا جواب نہیں۔ اتنا ہی کیا کم ہے کہ وہ اپنی جان بچا کر نکل گیا۔ اور عمران کو زخمی بھی کر دیا —

"میں اسے مردہ دیکھنا چاہتا ہوں! —"

"وہ ایک روز مرجائے گا!" میسن غرا کر بولا" شاید اس سے پہلے ہم سب مرجائیں!"

"یہ بھی ہو سکتا ہے!" ہیری نے گردن ہلا کر اثبات میں کہا۔
"مگر تم بے فکر رہو میں ایلڈر کو عمران کے گھر بھیجتا ہوں — وہ اس مرتبہ اس کا کام تمام کر دے گا!"

"اس کا اور سائرہ کا کام جلد ہی تمام ہونا چاہیئے!"
"عمران معمولی آدمی نہیں ہے!" ہیری نے بے فکری سے کہا۔
"اسے آسانی سے قتل نہیں کیا جا سکتا۔ میں ایک منصوبہ بندی کے تحت اُسے قتل کروں گا!"

"کچھ بھی کرو اسے قتل کردو۔"
"ایسا ہی ہوگا!" ہیری نے کہا۔ اور متوقع نگاہوں سے اُس کی طرف دیکھنے لگا۔

اسی لمحے میسن نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اور نوٹوں کی ایک گڈی اس کی طرف اچھال دی۔ اس نے مسکرا دبوچ لی۔ اور کہا۔
"شکریہ! یہ تم جانتے ہو سائرہ ہسپتال سے گھر آگئی ہے! اور اس کی نگرانی کے لئے دو سپاہی مقرر ہیں!"

"ہاں یہ میں جانتا ہوں!" میسن نے گردن ہلا کر کہا" ذرا سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا۔ ویسے میرا خیال ہے ہسپتال کی نسبت تم اب اسے آسانی سے قتل کر سکو گے!"

"میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے اسے آزماؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ گھوما اور باہر چلا گیا۔



عمران گہری سوچوں میں بیٹھا تھا۔ اچانک سلیمان اندر آگیا۔ اور اس کے آگے چائے کا ایک کپ رکھ دیا۔ عمران طرح استغراق کے عالم میں بیٹھا تھا۔ سلیمان حیران رہ گیا۔ کہ صاحب کو کیا ہوا۔ چند لمحے وہ عمران کی طرف غور سے دیکھتا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ ٹیبل بجانے لگا۔ عمران زور سے چونکا۔ اور اسے گھورنے لگا۔

"یہ آواز کیسی تھی سلیمان!۔"

"وہ دھماکے ہو رہے تھے سر!۔"

"کیسے دھماکے؟ ۔" عمران نے اسے حیرت سے دیکھ کر پوچھا۔

"آپ کو خیالوں کی دنیا سے واپس لانے کے لئے میں نے دھماکے کئے تھے۔" اس نے ادب سے سر کو خم کر کے کہا۔ "چائے پیجئے ٹھنڈی ہو رہی ہے!۔"

عمران نے کپ کی طرف دیکھا اور کہا۔

"مگر تم ابھی تک یہاں کھڑے ہو!۔"

"سر!۔ سر!۔" وہ خاموش ہو گیا۔

"کچھ بکو بھی سلیمان؟ ۔" وہ چلایا۔ سلیمان گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا۔ اور پھر اس سے بھی زیادہ بلند آواز میں بولا۔

"سر! — میں آج سینما دیکھنے جاؤں گا! —"

"آہستہ بولو سلیمان! — میں کوئی بہرہ تو نہیں!" عمران اسے ملامت بھری نگاہوں سے دیکھ کر بولا۔ سلیمان نے بال کھجا کر کہا —

"تو صاحب میں کیا بہرہ ہوں جو آپ اتنی بلند آواز میں چلاتے ہیں۔"

"تو تم ہماری نقل کرتے ہو! —"

"توبہ توبہ ایسا میں نہیں کر سکتا — "

"کیوں؟ — "

"ایک دفعہ میں نے آپ کی نقل کی تھی۔ تین بدمعاشوں نے مجھ پر فائرنگ شروع کر دی تھی وہ تو قسمت اچھی تھی کہ وہاں سے بچ کر نکل آیا —"

"تو تم جاسوس بنے تھے! —"

"یس سر! — "

یہ سنتے ہی عمران بے تحاشہ ہنسنے لگا۔ اسے ہنستے ہوئے سلیمان حیرت سے دیکھنے لگا۔ پھر خود بھی زور زور سے ہنسنے لگا —

عمران ایک دم خاموش ہو گیا۔ سلیمان بھی ایکدم خاموش ہو گیا۔ عمران اسے گھور کر بولا —

"اب جاتے کیوں نہیں؟ —"

"سر! خرچ تو دے دیجئے!" سلیمان معصوم سی صورت بنا کر بولا "زرینہ بیگم کی خواہش تھی ورنہ میں کبھی فلم نہ دیکھتا! — "

"ہوں! —" یہ کہہ کر عمران نے جیب میں ہاتھ ڈالا — اور اسے کچھ روپے دے کر کہا "زرینہ بیگم کی عادتیں خراب نہ کر دینا! —"

"کبھی نہیں حضور! کبھی نہیں!" یہ کہہ کر وہ باہر نکل گیا۔ عمران چائے پی کر فون کی طرف لپکا۔ اور ہسپتال کے نمبر ڈائل کئے۔
"ہیلو!"
"میں اسلم ہوں آپ کون ہیں!"
"عمران!"
"کیا بات ہے عمران صاحب؟" اسلم نے پوچھا۔
"سائرہ کیسی ہے؟"
"اسے گھر بھیج دیا گیا ہے!" اسلم نے کہا "میں خود بھی کچھ دنوں بعد گھر پہنچ رہا ہوں!"
یہ سُنکر اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر اس نے جلدی جلدی سوٹ پہنا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اب سائرہ بے حد خطرے میں ہے۔ اور سیٹھ رشید کے کفشیے اسلم کی زندگی بھی خطرے سے باہر نہیں! — وہ جیسے ہی سیڑھیوں سے نیچے اترا۔ اس کی نگاہوں کے سامنے خنجر لہرایا — اسی لمحے عمران غوطہ کھا گیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو خنجر اس کے دل میں اتر جاتا۔
اس دیدہ دلیری پر عمران طیش میں آ گیا۔ اس کے گھر پہ آ کر اُسے قتل کیا جائے۔ یہ عمران کب پسند کر سکتا تھا۔ وہ ایکدم اس کی طرف اچھلا اور حملہ آور پیچھے ہٹ گیا۔ مگر عمران کے ہاتھ کی زد سے نہ بچ سکا۔ اور لڑکھڑا کر زینے کی طرف چلا گیا۔ سیڑھیوں کے قریب معمولی سی روشنی تھی۔ دور دھیما دھیما بلب جل رہا تھا۔
جس کی ہلکی سی روشنی وہاں ہلکا سا اُجالا کئے ہوئے تھی حملہ آور نے پیچھے سے آ کر اس کی کمر میں خنجر بھونکنا چاہا مگر عمران بے خبر نہ تھا۔

وہ ایکدم نیچے بیٹھ گیا۔ اور اپنے دائیں ہاتھ سے اس کی ٹانگ پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹ لی۔

وہ دھڑام سے نیچے گرا۔ مگر اس نے خنجر نہ چھوڑا — اور خنجر عمران کے سینے کی طرف کر دیا۔ پھر ایک زور دار جھٹکا لگا — خنجر اس کے دل میں اتر گیا۔ وہ آہ کئے بغیر اگلی دنیا پہنچ گیا۔ عمران دوبارہ اپنے کمرے میں آیا اور فیاض کو فون کیا۔

پھر وہ دوبارہ اپنے سوٹ اور بالوں کو سنوار کر نیچے آیا اور ٹوسیٹر میں بیٹھ کر آگے چل دیا —

ہیسن باس کا غصّہ انتہا کو چھو رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں پکڑا سگار انگلیوں میں لرز رہا تھا۔ اس کے چہرے سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ لال لال آنکھیں شعلے اُگل رہی تھیں۔ اس کے آدمیوں کی پے در پے ناکامی نے اُسے دیوانہ بنا دیا تھا — وہ بے تحاشہ شراب پی رہا تھا — اس وقت اس کے سامنے دو خالی بوتلیں پڑی تھیں۔ اور تیسری نصف کے قریب خالی ہو چکی تھی۔ اس کا غصہ تھا کہ بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا —

اُسی لمحے دستک دیئے بغیر ہیری اس کے کمرے میں آگیا۔ اُسے اس طرح درانہ اندر آتے دیکھ کر وہ آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑا اور چیخا۔

"تم ! اُلّو کے پٹھے ! تمہاری یہ جرأت کہ بغیر اطلاع دیئے اندر آؤ۔"

"بکومت بس" وہ بھی جوش میں بھر کر چلّایا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے پستول نکال لیا۔ اس کے ہاتھ پستول دیکھ کر میسن پاس کا غصہ سمندر کی جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ وہ سمجھ گیا۔ ہیری سب کچھ کر گزرے گا۔ اپنے دوست کی موت کی وجہ سے وہ قریب قریب پاگل ہوگیا تھا۔ اب اُسے کسی احترام کا احساس نہ رہا تھا۔ وہ بغاوت پر اُتر آیا تھا۔ اس کی آنکھیں شعلے اُگل رہی تھیں۔ وہ گوشت پوست کا پہاڑ دکھائی دے رہا تھا۔ غصّے سے پہاڑ لرزہ بر اندام تھا۔ میسن نے غور سے اس کی طرف دیکھا اور ذرا نرمی سے کہا۔

"غصّے میں آنے کی ضرورت نہیں ہے ہیری !۔ کیا یہ بات غلط ہے کہ تم میرا مال کھاتے ہو ؟"

"اس کے بدلے ہم اپنی جان کی بازی لگاتے ہیں !" وہ طیش بھری آواز میں بولا۔ "اور ہمیں صلہ کیا ملتا ہے۔ موت — میرا بہترین دوست مر گیا۔ تمہیں اس کی جان کی کوئی پرواہ نہیں ہے کل میں بھی مر سکتا ہوں ! —"

میسن نے دل میں کہا۔ میری طرف سے تم بھی جہنم میں جاؤ مگر اس نے اپنے آپ پر قابو پالیا اور بالکل بدلے ہوئے لہجے میں بولا۔

"مجھے احساس ہے کہ تم لوگ میرے لئے جان جوکھوں کا کام

کرتے ہو! — مگر میں تمہیں ضرورت سے زیادہ معاوضہ دیتا ہوں۔"

"اسی لئے ہم اپنی جانیں قربان کر دیتے ہیں!"

"ٹھیک کہتے ہو؟" یہ کہہ کر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور نوٹوں کی ایک موٹی سی گڈی نکال لی اور اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا۔

"یہ لو رکھ لو! — اس سے کہیں زیادہ نوٹ تمہیں اس وقت ملیں گے جب تم عمران اور سائرہ کو ختم کر دو گے!"

"نہیں یہ میں نہیں لوں گا!" اس نے نفرت و حقارت سے کہا۔ "میں ان کا حقدار نہیں ہوں — جب عمران اور سائرہ کو ختم کر لوں گا تو ان نوٹوں پر میرا حق ہو گا۔ ابھی نہیں!—"

میسن نے چاپلوسی کا مظاہرہ کیا۔

"نہیں رکھ لو! — مجھے یقین ہے کہ اب تم عمران سے انتقام لو گے۔"

"بالکل ٹھیک سوچا ہے تم نے!" وہ اُسے گھور کر بولا "میں دوست کی موت کا انتقام لوں گا۔" یہ کہہ کر اس نے نوٹ اس کے ہاتھ سے لے لئے اور کہا۔

"میرے ذہن میں ایک نئی تجویز ہے میں اب اس پر عمل کروں گا!"

"مجھے نہیں بتاؤ گے؟ —"

"جب عمران مر جائے گا! — تمہیں خود ہی پتہ لگ جائے گا!"

وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔ اور وہ تلخ انداز میں مسکرانے لگا پھر بڑبڑایا۔

"حبشی بیٹے فکر مت کرو تم جلد ہی اپنے دوست سے جا ملو گے —"

باہر آ کر ہیری اپنی اسپورٹس کار میں بیٹھا اور ایک طرف چل دیا۔ اس نے

جلد ہی پانچ بدمعاشوں سے رابطہ قائم کیا۔ اس کے بعد وہ انہیں ساتھ لے کر عمران کے فلیٹ کے سامنے پہنچ گیا۔ وہاں ایک خالی مکان تھا۔ وہ اس میں گھس گئے۔ ان کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔ وہ دوسری منزل پر جاکر بیٹھ گئے۔

دیوار کے دوسری طرف سے انہوں نے دیکھا۔ بازار بالکل صاف دکھائی دے رہا تھا۔ انہوں نے مشین گنوں کی نالیاں دیوار میں سے نکال کر سڑک کی جانب کرلیں۔ رات کے اس سمے ٹریفک بہت کم تھی۔ جب انہیں وہاں بیٹھے ہوئے کافی دیر گذر گئی۔ تو تنگ آکر ایک بدمعاش نے کہا۔

"مسٹر ہیری وہ شاید اب نہ آئے!"

"ضرور آئے گا" ہیری نے کہا "وہ اپنے فلیٹ میں نہیں ہے!"

پھر کوئی نہ بولا۔ اور وہ پھر سے انتظار کرنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد عمران کی ٹوسیٹر آتی دکھائی دی۔ ہیری نے ادھر دیکھ کر جلدی سے کہا۔

"دیکھو ٹوسیٹر آرہی ہے جیسے ہی یہاں سے گذرے گولیوں کی بارش شروع کردینا!"

"ایسا ہی ہوگا!" ایک نے کہا۔

چند لمحوں کے بعد ٹوسیٹر ان کے نشانے کی زد میں آگئی۔ انہوں نے فائر کھول دیا۔ عمران نے صورتِ حال دیکھ کر ایک چھلانگ لگادی اور دور جاگرا۔ ادھر جدھر شروع ہوتی ادھر فائرنگ شروع کردی۔ ٹوسیٹر کی ونڈسکرین ٹوٹ گئی۔ کافی نقصان ہوا تھا۔

جب انہوں نے دیکھا کہ عمران بچ گیا ہے۔ تو وہ بھاگ نکلے۔ مکان کا

دوسرا دروازہ تھا۔ اس لئے وہ بچ گئے ورنہ ان کا بچنا مشکل تھا۔ میری نے سامنے کھڑی ایک کار میں جا بیٹھا اور وہاں سے کھسک گیا۔ عمران اپنی ٹوسیٹر کی طرف دیکھ کر منہ بنانے لگا۔ اسے بدمعاشوں کی اس حرکت پر سخت غصہ آ رہا تھا۔



عمران رانا پیلس سے تیزی کے ساتھ نکلا۔ اس نے آج ہی مرسیڈیز کار اپنے ایک دوست سے کچھ دنوں کے لئے مستعار لی تھی۔ اور اسے وہ خود ہی ڈرائیو کر رہا تھا۔ جیسے ہی وہ ایک بک سٹال سے گذرا۔ اس کے پیچھے ایک سیاہ اوپل لگ گئی۔ اس میں ایک لمبا تڑنگا سفید فام بیٹھا تھا۔ اس نے فیلٹ کو نیچے جھکا رکھا تھا۔ کوٹ کے کالر کھڑے کر رکھے تھے۔ ہونٹوں میں سگریٹ تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اسے پہچانے۔

عمران سڑک کا ایک موڑ کاٹا اور دانش منزل کی طرف ہو لیا۔ پیچھے آنے والی کار کے سفید فام ڈرائیور نے اس کا تعاقب شروع کر دیا۔ عقبی عکاس میں سیاہ اوپل کو دیکھ کر عمران زور سے چونکا۔ اور اس نے فوراً ہی کار کی رفتار کم کر دی۔ اس نے سوچا تھا کہ اگر پیچھے آنے والی کار اس کے تعاقب میں نہیں ہے تو جلدی سے اس کے قریب سے گذر

جائے گی۔ مگر کار اسی رفتار سے آنے لگی۔

اب عمران نے اپنی کار کا رخ گھنے جنگل کی طرف کر دیا۔ وہ سڑک سیدھی شانے کے جنگلات کی طرف جاتی تھی۔ ادھر کار کو بڑھاتے ہوئے وہ معنی خیز انداز میں مسکرا رہا تھا۔ وہ بڑا خوش تھا کہ آج وہ شکار کو پھانس سکے گا۔

اس نے عقبی عکاس درست کیا۔ اور جب اسے مکمل یقین ہو گیا کہ کار اس کے تعاقب میں ہے تو اس نے رفتار مزید بڑھا دی۔ پیچھے آنے والی کار بھی اپنی رفتار میں اضافہ کر چکی تھی۔ عمران بڑبڑایا۔

" آج پھنس گئے بدمعاش بھائی!۔۔۔ آج تم سے اگلوا کر ہی رہونگا۔ تم کون ہو۔ اور کیا چاہتے ہو؟۔۔۔ بہت تنگ کیا ہے تم نے!۔۔۔ "

عمران نے ایک جگہ اپنی کار روک دی۔ اور انجن میں خرابی کے متعلق سوچنے لگا۔ وہ یہی تاثر پیچھے آنے والے دوست کو دینا چاہتا تھا۔ پھر وہ نیچے اُتر آیا۔ اور کار کا بونٹ اٹھا کر دیکھنے لگا۔۔۔

ابھی اسے چند منٹ ہی گذرے تھے کہ پیچھے آنے والی کار سلو کر کے اس کے قریب سے گذر گئی۔ جب وہ ایک موڑ پر جا کر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ تو وہ جلدی سے کار میں بیٹھا اور دوسری سڑک پر ہولیا۔ وہ نیچے جاتی تھی۔ وہ چھوٹی اور خراب سڑک تھی۔ وہ آہستہ آہستہ کار ڈرائیو کرنے لگا۔۔۔

تین موڑ گذر گئے مگر اسے کوئی کار اپنے تعاقب میں دکھائی نہ دی۔ اس بات سے عمران کچھ پریشان ہو گیا۔

وہ نہیں چاہتا تھا کہ ہاتھ آیا ہوا شکار ہاتھ سے نکل جائے۔

اس نے کار کی رفتار اور کم دی - ایک موڑ گھومنے کے بعد اس نے دیکھا کہ سڑک سپاٹ اور کافی لمبی ہے۔ اس لئے وہ سمجھ گیا۔ کہ اب اس سڑک پر وہ ضرور آئے گا۔

چند ہی منٹ گذرے ہوں گے۔ اس نے دیکھا کہ پوری رفتار سے پچھلی کار اس کے تعاقب میں آ رہی تھی۔ عمران اپنی اس کامیابی پر مسکرانے لگا۔ اور اس نے بھی اپنی رفتار تیز کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد جنگل کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ عمران پیچھے آنے والی کار ڈرائیور کی جھنجھلاہٹ پر مزے لے رہا تھا۔

جنگل میں آ کر سڑک بار بار مڑ رہی تھی۔ ایک لمبی سڑک پر آ کر عمران نے درختوں کے سائے میں اپنی کار روک دی۔ اور خود نیچے اتر آیا۔ اس نے دیکھا سیاہ اوپل بھی اس کے قریب پہنچ رہی تھی۔ اس لئے عمران تیزی سے درختوں کے جھنڈ کے پیچھے چلا گیا۔ اب وہ آنے والے کی نظروں سے اوجھل تھا۔

ڈرائیور نے تیزی سے بریک لگائے۔ اور پستول ہاتھ میں لئے دروازہ کھول کر احتیاط سے باہر نکلا۔ ابھی وہ ادھر ادھر دیکھ ہی رہا تھا کہ عمران نے فائر کر دیا۔ فائر کی آواز سن کر بدمعاش نیچے دبک گیا۔ گولی نے سیاہ اوپل کی ونڈ سکرین توڑ دی۔ اس پر سفید فام بدمعاش کو غصہ آ گیا۔ اور اس نے درختوں کے جھنڈ کی طرف فائر جھونک دیا۔

اسی لمحے عمران نے جوابی فائر کیا۔ کچھ دیر ان کے درمیان بے فائدہ فائرنگ ہوتی رہی۔ اس فائرنگ سے عمران کا مطلب تھا کہ اُسے پریشان کرے اور وہ پریشان ہو کر درختوں کی طرف آ جائے۔

عمران اسے زندہ گرفتار کرنا چاہتا تھا۔ وہ اس سے گینگ کے متعلق اگلوانا چاہتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ "بلیک ڈاگ" کسی تنظیم کا نام ہے۔ اور کون لوگ شامل ہیں۔ آخر ان کا مقصد کیا ہے ــــ"

تھوڑی دیر کے بعد عمران نے فائرنگ بند کر دی۔ اب وہ ایک موٹے سے درخت کے پیچھے چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی طرف سے فائرنگ بند ہو چکی تھی۔ بدمعاش سمجھا کہ اس کی گولی کام کر گئی ہے اور عمران ختم ہو گیا۔

اس سوچ سے وہ خوشی میں بھر گیا۔ اور تمام احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر وہ درختوں کے جھنڈ کی طرف چلا۔ وہ ادھر اُدھر بھی دیکھتا جاتا تھا۔ وہ درختوں کے جھنڈ میں داخل ہو گیا۔ اور غور سے نیچے دیکھنے لگا۔

مگر اسے وہاں کوئی لاش نہ ملی۔ کچھ دور آگے جا کر بھی وہ کچھ نہ دیکھ سکا۔ عمران کی لاش اسے کہیں نہ دکھائی دی۔ وہ ایک درخت کے نیچے پریشانی کے عالم میں کھڑا تھا۔ اچانک عمران پیچھے سے آیا اور اس کی کھوپڑی میں پستول کا بٹ مارا۔



بٹ کھا کر سفید فام بدمعاش کٹے ہوئے درخت کی طرح

گرنے لگا۔ عمران نے برق رفتاری سے لپک کر اسے پکڑ لیا۔ اور اُسے بازوؤں میں اٹھا کر اپنی کار کی طرف آنے لگا۔ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اس نے اسے لٹا دیا۔ اور خود اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ دوسرے لمحے وہ پوری طاقت سے گاڑی کو اڑائے چلا جا رہا تھا۔

جیسے ہی کار دانش منزل میں داخل ہوئی خاور اور صدیقی بھاگ کر ادھر آ گئے۔ عمران نے نیچے اتر کر کہا۔

"شکار موجود ہے اٹھا لو اسے!"

خاور نے فوراً دروازہ کھولا۔ صدیقی اور خاور نے مل کر اُسے اٹھایا اور اوپر لے آئے۔ ایک برتھ پر لٹا کر صدیقی اسے ہوش میں لانے لگا۔ پانی کے چھینٹے پڑتے ہی اس نے آنکھیں کھول دیں اور حیرت سے ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔

اجنبی جگہ دیکھ کر وہ ایکدم اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ خاور جلدی سے بولا۔

"گھبراؤ نہیں آرام سے بیٹھو۔ تمہارا اپنا ہی گھر ہے!"

"تم لوگ کون ہو؟ — اور میں یہاں کیسے آ گیا؟" وہ خوف سے لرزتی ہوئی آواز میں بولا "آخر یہ سب کیا چکر ہے!"

"تم باس کے آدمیوں کو نہیں پہچانتے!"

وہ ایکدم چلایا "نہیں نہیں تم میرے باس کے آدمی نہیں ہو! — پتہ نہیں تم کون ہو۔ اور میرے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہو!"

"تم ہمارے مہمان ہو!" صدیقی نے کہا "اس لئے ہم تمہارے ساتھ مہمانوں کا سا سلوک کریں گے!"

"تم مجھے یہاں کیسے لے آئے۔ اور وہ کہاں ہے جس نے مجھے بے ہوش کیا تھا ؟ ۔۔"

"پتہ نہیں تم کس کی بات کر رہے ہو ؟ ۔۔"

اسی لمحے عمران مسکراتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

"میں وہی ہوں میرے بچے !۔۔"

وہ اسے غور سے دیکھ کر بولا ۔

"ہاں تم ہی وہ ہو !۔۔"

"کیا کھاؤ گے میرے بچے !۔۔" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا ۔ ایک درجن چرغے کافی ہیں نا ۔۔ ایک بکرا سالم بھی ٹھیک رہے گا۔ دس کپ کافی مناسب ہے !۔۔"

وہ اسے آنکھیں پھاڑے غور سے دیکھنے لگا ۔ اسے وہ احمق کوئی عجوبہ سا لگ رہا تھا ۔ وہ سمجھ گیا کہ اسے چکر دیا جا رہا ہے ۔ یہ تو کوئی پاگل وہ نہیں ہو سکتا ۔ جس نے مجھے بے ہوش کیا تھا ۔ وہ پھنسی پھنسی آواز میں بولا ۔

"کیا یہ سب کچھ تم میرے لئے منگوا رہے ہو ا۔۔"

"کیا میں کھاؤں گا یہ سب کچھ !۔۔"

وہ گھبرا کر بولا ۔" میں تو اکیلا ہوں !۔۔"

یہ سُنکر عمران احمقانہ انداز میں گانے لگا

"آئے بھی اکیلا جائے بھی اکیلا !۔۔" وہ اسے بڑے مزے سے الاپنے لگا ۔

اس کا رنگ فق ہو گیا ۔ اور دوسروں کو بھی مشکوک نگاہوں سے دیکھنے لگا ۔

اس نے سوچا شاید وہ پاگلوں کے چکر میں پھنس گیا - وہ بہت زیادہ گھبرا گیا تھا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا - عمران نے اس سے پوچھا۔
" کہاں چلے میرے بچے اتنا سارا کھانا تمہارے ڈیڈی جان کھائیں گے کیا ؟ "

" میں کچھ نہیں کھا سکتا میں جا رہا ہوں ! "
یہ کہہ کر وہ دروازے کی طرف بھاگا —
اسی لمحے دیوار سے تیز شعاعیں خارج ہونے لگیں - اس نے پریشان ہو کر آنکھوں پر ہاتھ رکھ لئے۔ وہ گھوما اس طرف سے بھی شعاعوں نے اسے گھیر لیا - اب چاروں طرف سے شعاعیں اُسے گھیر چکی تھیں -
اس کا دماغ چکرانے لگا - اُسے فوراً ہی یوں لگا جیسے اس کا گلا گھونٹا جا رہا ہے - وہ چلّایا " روشنیوں کو بند کرو میں مر رہا ہوں "
" بھاگ جاؤ ! بھاگ جاؤ ! " عمران نے کہا۔
" میں کہیں نہیں بھاگ سکتا۔ روشنیاں بجھا دو ! "
" روشنیاں اس صورت میں بجھیں گی اگر تم ہمارے سوالات کا جواب ٹھیک ٹھیک دو — "
" تم کیا پوچھنا چاہتے ہو ! "
اسی لمحے روشنیاں بجھ گئیں - اور اس نے سکون کا سانس لیا۔ اس نے اپنا گلا پکڑ لیا - اس کا رنگ سرخ تھا — آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا - اور اس کا تمام جسم پسینے میں نہایا ہوا تھا - وہ لمبے لمبے سانس لیتا عمران کی طرف دیکھ رہا تھا — بلیک زیرو، خاور اور صدیقی ایک طرف کھڑے تھے -

عمران کے چہرے سے احمقانہ تاثرات یکسر غائب ہو چکے تھے
اب وہ پھر عمران کو آنکھیں پھاڑے دیکھ رہا تھا۔
اب احمق عمران کی جگہ ایک وحشی انسان کھڑا تھا۔ اور اس کی آنکھوں سے درندگی ٹپک رہی تھی۔ عمران نے کڑکتی آواز میں کہا۔

"روشنیاں بجھ گئیں۔ اب بتاؤ تم کون ہو۔"
وہ خاموش کھڑا رہا۔ چند لمحے انتظار کے بعد عمران غرّایا۔
"تمہارا نام کیا ہے اور کس تنظیم سے تعلق رکھتے ہو۔"
وہ پھر بھی خاموش کھڑا رہا۔
"ہوں۔ تو تم بلیک ڈاگ تنظیم سے تعلق رکھتے ہو۔ اور تمہارے باس کا نام۔۔۔" اس نے فقرہ ادھورا چھوڑ دیا۔
"یہ سب کچھ تمہیں کس نے بتایا۔" وہ اسے مشکوک انداز میں گھور کر بولا۔
"تو تم بلیک ڈاگ کے آدمی ہو۔"
"ہوں۔" اس کا رنگ سفید ہو گیا۔ اس نے کہا "اب باس مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ مجھے مرجانا چاہئیے۔"
اس سے پیشتر کہ عمران کچھ کرتا۔ اسی لمحے اس نے سائنا ئڈ زہر کا کیپسول دانتوں تلے کچلا۔ دوسرے لمحے وہ مردہ ہو کر دھڑام سے نیچے گرا۔
عمران ایک جھٹکے سے اس کی طرف لپکا۔ مگر وہاں اب کچھ بھی نہ تھا۔ سفید فام کے منہ سے سفید سفید جھاگ نکل رہی تھی۔ عمران نے بلیک زیرو کی طرف دیکھ کر کہا۔

"لاش کو کیپٹن فیاض کے حوالے کر دینا!"
اور وہ خود باہر آگیا۔ مرسیڈیز میں بیٹھ کر وہ سیٹھ رشید کے بنگلے کی طرف جانے لگا۔ ایک جگہ رُک کر اس نے ہلکا سا میک اپ کیا جس سے اس کی شباہت میں کافی تبدیلی آگئی۔ اس نے کار کے آئینے میں اپنے گیٹ اپ کو چیک کیا۔ جب وہ مطمئن ہوگیا تو مسکرا دیا۔
مختلف سڑکوں کی مسافت کے بعد وہ سیٹھ رشید کے بنگلے میں داخل ہوا۔ جیسے ہی اس نے گاڑی پورچ میں کھڑی کی۔ مالی رحیم بخش اس کی طرف لپکا۔ اور ادب سے بولا۔ "کس سے ملنا ہے بابو جی!"
"سائرہ بی بی گھر پر ہیں؟" عمران نے نرم لہجے میں پوچھا۔
"وہ اپنے کمرے میں ہیں جناب!"
سامنے گیلری میں سے ایک خوبصورت سی لڑکی گذر رہی تھی۔ رحیم بخش مالی نے اس کی طرف دیکھ کر آواز دی "رضیہ!"
رضیہ چلتے چلتے رک گئی۔ اس نے بابا کی طرف دیکھ کر کہا۔
"مجھے بلایا ہے بابا!"
"ہاں بیٹی ذرا یہاں آؤ"۔
وہ ادھر آگئی۔ "کیا بات ہے؟"
"یہ صاحب سائرہ بی بی سے ملنا چاہتے ہیں ــــ انہیں اطلاع کردو!"
وہ عمران کو غور سے دیکھنے کے بعد بولی۔
"کون ہو جی تم!"
"میں ان کی مل کا منیجر ہوں!" عمران نے ایک تیئے انداز سے کہا۔ میں ان سے ضروری کام کے سلسلے میں ملنا چاہتا ہوں۔ میرا نام

شاہد ہے!"

"ٹھیک ہے میں پوچھ آتی ہوں!"

یہ کہہ کر وہ کوٹھے منکاتی اندر چلی گئی۔ وہ رحیم بخش کی طرف دیکھ کر بولا

"یہ کوٹھے اس کے اپنے ہیں بابا!"

رحیم بخش نے اسے کھا جانے والی نگاہوں سے دیکھا۔ اور بڑبڑایا۔

"لاحول ولاقوۃ!"

یہ کہہ کر وہ اسے بار بار دیکھتا ہوا چلا گیا۔ جیسے عمران نے کوئی عجوبہ بات کہہ دی۔ عمران نے ایک چھوٹا سا قہقہہ لگایا۔ اور سامنے پیڑ کے پیچھے سے نکلتی ہوئی رضیہ کو دیکھنے لگا۔ رضیہ بڑے ناز سے مسکرا کر بولی۔

"آجاؤ!"

عمران ادھر ادھر دیکھ بولا۔

"مجھ سے کچھ کہا۔"

وہ اس کی اس احمقانہ بوکھلاہٹ پر بے ساختہ ہنس کر بولی۔

"تمہارے سوا اور کون ہے یہاں آجاؤ!"

عمران کھسیانہ سا ہو گیا۔ اُسے عمران کی یہ ادا بہت پسند آئی۔ اور وہ مسکرا کر بولی۔

"تم بڑے بھولے ہو!"

"میرا نام بھولا نہیں جادوگر ہے!"

"جادوگر!" وہ اسے محبت بھری نگاہوں سے دیکھ کر بولی۔

"خوب! تم واقعی جادوگر ہو! کہیں ہماری بی بی پر جادو نہ کر دینا!"

"کیا تمہاری بی بی جادو پسند کرتی ہے!"
"یہ سوال مجھ سے پوچھو!" وہ آنکھیں مٹکا کر بولی۔
"کیا تم جادو پسند کرتی ہو!"
"ہاں تمہارے نینوں کا جادو پسند کرتی ہوں کتنے سندر ہو تم!"
"کیا میں تمہیں کوئی سندربن سے آیا ہوا کوئی درندہ لگتا ہوں!"۔
وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اور اسے ادائے جاناں سے دیکھ کر بولی۔
"باتیں بڑی پیاری کرتے ہو!"
"تو تمہارا نام پیاری ہے!"
"پیاری نہیں — رضیہ ہے!" وہ آنکھیں مٹکا کر بولی۔
"ویسے تم چاہو تو پیاری کہہ سکتے ہو!"
"اچھا پیاری ابھی ہمیں اور کتنے میل فاصلہ طے کرنا ہے!"
وہ زور زور سے ہنسنے لگی۔
"میل ارے وہ رہا کمرہ! — وہاں بی بی آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔
پھر وہ اسے محبت سے دیکھ کر بولی" واپسی پر ضرور ملنا!"
"کیوں کیا کسی بچے کو اسکول میں داخل کروانا ہے!"
وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ اور اسے شرمیلی نگاہوں سے دیکھ کر بولی۔
"میری تو ابھی شادی بھی نہیں ہوئی پھر بچہ کیسا؟ —"
"شادی کر لو بچہ ہو جائے گا!" وہ احمقانہ انداز میں پلکیں جھپک کر بولا —
"مجھ سے کون شادی کرے گا!" وہ نگاہیں جھکا کر بولی۔
"کرلے گا کوئی مجھ جیسا احمق!"

یہ کہہ کر عمران کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اور وہ اسے جاتے ہوئے پیار بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ شادی کے حسین تخیل سے اس کے رخسار گلنار ہونے لگے۔

دروازہ کھلا ہوا تھا۔ سائرہ ایک بہترین لباس پہنے صوفے پر بیٹھی تھی۔ وہ عمران کو دیکھ کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ اسے اس میک اپ میں بالکل بھی نہ پہچان سکی۔ وہ اسے دیکھ کر شائستہ لہجے میں بولی۔

"آئیے تشریف رکھیے!"

"شکریہ!" وہ سامنے بیٹھ کر بولا۔ وہ بیٹھ گئی۔

"آپ مجھ سے ملنا چاہتے تھے!"

"جی!"

"آپ کی تعریف!"

"میں آپ کی مل کا منیجر شاہد ہوں!"

وہ اسے اجنبی نگاہوں سے دیکھ کر بولی۔

"وہ تو کوئی اور صاحب تھے!"

"یقیناً وہ کوئی اور ہی صاحب تھے!" وہ اُسے ایک نظر دیکھ کر بولا۔ "نگران کی بے ایمانی کی وجہ سے تمہارے والد اسے نکال چکے تھے۔ اس کی جگہ مجھے منیجر رکھ لیا گیا تھا۔ یہ دیکھئے میرے پاس شناختی کارڈ بھی ہے!"

وہ یونہی ایک کارڈ کو اس کی طرف بڑھا کر بولا۔

"دیکھ لیجئے!"

"نہیں اس کی کیا ضرورت ہے!"
عمران کا نفسیاتی حربہ کام کر گیا۔ اور وہ ادب و احترام کی مجسّم تصویر بن گیا۔ پھر اس نے انکساری سے کہا۔
"میں مالی امور پر گفتگو کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں!"
"مگر میں اس موضوع پر آپ سے گفتگو نہیں کر سکتی!"
وہ حیرت و استعجاب کا اظہار کر کے چونکا۔
"آخر اس کی وجہ؟ ——"
"مالی امور پر ہمارے مینجنگ ڈائرکٹر ہی بات کر سکتے ہیں!"
"آپ کا اشارہ اسلم صاحب کی طرف ہے!"
اسلم کا نام سنتے ہی اس کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ اور رخسار سرخ ہو گئے۔ وہ شرم سے چھوئی موئی بن گئی۔ عمران کو اس روپ میں وہ بہت ہی خوبصورت لگی۔ وہ جب اُسے غور سے دیکھنے لگی تو وہ جھینپ گیا۔ اور جلدی سے بولا۔
"تو پھر وہ مجھے کہاں مل سکتے ہیں؟"
"وہ اس وقت ہسپتال میں۔" پھر وہ ایک آہ بھر کر بولی۔
"ظالموں نے میرا خاندان تباہ کر دیا۔ جانے وہ کون لوگ ہیں اور میرے ڈیڈی سے ایسی کیا غلطی ہو گئی ہے کہ انہیں اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے۔ مجھ پر بھی قاتلانہ حملہ ہوا۔ اور اسلم پر بھی حملے ہو چکے ہیں۔ وہ ابھی تک صحت یاب نہیں ہوئے۔
"ہوں!" اس نے اداس ہو کر کہا۔ "آپ کے ساتھ بہت ظلم ہوا۔ فکر مت کیجئے۔ قاتل ضرور گرفتار ہوں گے!"

"ابھی تک تو گرفتار نہیں ہوئے!" وہ مغموم آواز میں بولی۔
شہران چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔
"آپ کی حفاظت کا یہاں کیا انتظام ہے!"
وہ گھبرا کر ایک دم چونکی۔ اور اُسے مشکوک نگاہوں سے دیکھ کر بولی۔
"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی!"
وہ جلدی سے ایک شائستہ مسکراہٹ لبوں پر لا کر بولا۔
"آپ پر قاتلانہ حملہ ہو چکا ہے۔ پولیس نے آپ کی حفاظت کا ذمہ تو لیا ہوگا!"
"اوہ!" وہ ایکدم سکون کا سانس لے کر بولی "ہاں میری حفاظت ہو رہی ہے۔ پولیس میری نگرانی ہے!"
"خدا کا شکر ہے کہ آپ کی حفاظت ہو رہی ہے!"
"آپ کافی ہمدرد اور پُرخلوص انسان ہیں!"
"کنفیوشش نے کہا ہے۔ خود دُکھ جھیلو اور آرام دوسروں کے لئے چھوڑ جاؤ!"
پھر اس نے اُسے غور سے دیکھ کر کہا۔
"کنفیوشش کو جانتی ہیں نا آپ!"
"ہاں وہ چینی فلاسفر!"
"وہی!" اس نے گہری آواز میں کہا "بہت نیک فلاسفر تھا!"
"آپ بھی شکل و صورت سے نیک نظر آتے ہیں!"
"شکل و صورت سے تو شاید میں چند ہی لگتا ہوں!"
وہ اس ادائیگی پر بے ساختہ ہنس پڑی۔

"ارے نہیں شکل وصورت سے آپ فرشتہ سیرت نظر آتے ہیں!"
وہ جلدی سے مسکرا بولا ۔
"تو پھر میری تنخواہ میں اضافہ کر دیجئے ب"
"وہ ایک دم سنجیدہ ہو گئی ـــ اور بولی ۔
"یہ کام تو اسلم صاحب ہی کر سکتے ہیں ! ـــ"
"تو پھر اب میں ان ہی سے ملنے جا رہا ہوں !" آداب !" یہ کہہ
کر عمران باہر نکل گیا ۔ باہر
باہر آکر وہ مرسیڈیز میں بیٹھا ۔ گاڑی اسٹارٹ کرنے سے پہلے اس
نے جولیا سے رابطہ قائم کیا ۔ رسٹ واچ ٹرانسمیٹر پر فریکوئنسی سیٹ کی ۔
جولیا کی مدھر آواز سنائی دی ۔
"اٹ از جولیا اٹنڈنگ ہیر اوور ـــ!"
"ایکسٹو کالنگ ! اوور ـــ"
"یس سر ! ـــ"
جولیا کی آواز یکسر بدل گئی ۔ لہجہ سنجیدہ اور آواز بھاری ہو گئی ۔
"جولیا اوور ! ـــ"
"خاور اور چوہان سے کہو کہ پولیس لے کر ہسپتال کی طرف بڑھیں ۔"
"کس وقت سر ! ـــ اوور ـــ !"
"اسی وقت ! اوور ـــ!"
"یس سر ! اوور ! ـــ"
اوور اینڈ آل " یہ کہہ کر عمران نے رابطہ ختم کر دیا ۔ اور وہ مرسیڈیز کو
آہستگی سے ہسپتال کی طرف ہانکنے لگا ـــ

وہ ہسپتال سے تھوڑی دور ہی تھا کہ چوہان اور خاور پولیس لے کر وہاں پہنچ گئے۔ ہسپتال کے سامنے وہ گاڑی سے اترنے لگے۔ عمران ابھی گاڑی میں ہی بیٹھا تھا۔ کچھ دیر کے بعد وہ گاڑی سے اترا اور ان کی طرف بڑھنے لگا۔ ابھی وہ زیادہ دور نہ گیا تھا کہ اس پر فائرنگ شروع ہو گئی۔

اگر اسے چھٹی حس باخبر نہ کرتی اور وہ فوراً ہی نیچے نہ گر پڑتا تو یقیناً مارا جاتا۔ جب دشمنوں نے دیکھا کہ وہ اپنے مشن میں ناکام ہو گئے ہیں تو کار کو تیزی سے آگے بڑھا لے گئے۔ عمران نے فوراً ہی ان کی کار پر فائرنگ شروع کر دی۔ اور خاور اور چوہان کو سگنل بھی دے دیا۔ وہ سمجھ گئے کہ اس بھیس میں عمران ہے۔ جب بدمعاشوں کی کار کچھ دور نکل گئی۔ تو عمران چلایا۔

"خاور تم چوہان کو لے کر میری گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔ میں ابھی آتا ہوں بس"

اس نے پھر فائر کیا مگر اس کا یہ فائر فضول تھا۔ پولیس کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ وہ کھڑے حیرت سے یہ تماشہ دیکھتے رہے۔

اس عرصہ میں عمران مرسیڈیز کو بہت دور لے گیا تھا۔ وہ سیاہ ڈیل کا پیچھا بہت ہی زیادہ رفتار سے کر رہا تھا۔ اور ڈیل والوں کو ہر آن خطرہ تھا کہ وہ ان کی زد میں آ جائیں گے۔ عمران چلایا۔

"خاور فائر کرو"

اس نے چوہان سے کہا۔

"تم ٹائروں کو زد میں لے کر فائرنگ کرو۔"
سڑک سنسان تھی اکا دکا ٹرک نظر آ رہے تھے۔ اس سڑک پر زیادہ تر ٹریفک باربرداری کی تھی۔ ہیوی گاڑیاں اس سڑک پر زیادہ چلتی تھیں یا ٹریکٹر اور ٹرک زیادہ نظر آتے تھے۔ اچانک چوہان کی ایک گولی نے ان کی کار کا پچھلا ٹائر برسٹ کر دیا۔ گاڑی ڈرائیور کے کنٹرول سے باہر ہو گئی۔ سامنے سے ایک ٹرک آ رہا تھا۔ ان کی گاڑی سیدھی جا کر ٹرک میں لگی ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ جیسے کتنے ہی بم پھٹ گئے ہوں۔ عمران جھنجھلا کر بولا۔

"اف خدا کی پناہ آلٹ ہو گیا۔ بلیک ڈاگ بہت خوش قسمت ہے"
انہوں نے گاڑی تھوڑی دور ہی روک لی تھی۔ وہاں جا کر دیکھا۔ کار میں جو تین آدمی تھے۔ مر چکے تھے۔ ٹرک ڈرائیور بھی اللہ کو پیارا ہو چکا تھا۔ عمران برا سا منہ بنا کر پلٹا۔ خاور اور چوہان کو دانش منزل اتار کر وہ خود کیپٹن فیاض سے ملنے وہ ہیڈ کوارٹر کی طرف چل دیا۔



عمران نے ہیڈ کوارٹر کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو کر

کار ایک طرف کھڑی کر دی۔
اور خود سیدھا فیاض کے کمرے کی طرف چلا گیا۔ اُسے کئی مرتبہ روکا گیا۔ مگر اس نے جیب سے ایک بیج نکال کر روکنے والوں کی تسلی کر دی۔ روکنے والے اُسے اس میک اپ میں حیرت سے دیکھ رہے تھے۔

عمران جلدی سے کمرے میں داخل ہو گیا۔ کیپٹن فیاض ایک اجنبی کو یوں بے دھڑک اپنے کمرے میں دیکھ کر اچھل پڑا۔ جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر طیش اور الجھن کے تاثرات تھے۔
"تم اندر کس طرح ؟" فیاض نے سخت غصے میں پوچھا۔
اس نے پاؤں کی طرف اشارہ کر کے بڑے سکون سے کہا۔
"ان سے چل کر اندر آیا ہوں!"
"تمہیں کسی نے نہیں روکا!"
"مجھے کوئی کیوں روکتا!" وہ بوجھل آواز میں بولا "میں کیا مجرم ہوں!"
"حیرت ہے!" فیاض نے گڑبڑا کر کہا "تم اس طرح دندناتے اندر چلے آئے!"
"اس میں حیرت کی کیا بات ہے!" اس نے مسکرا کر کہا "میں کوئی بھوت نہیں ہوں جو ہوا میں اڑ کر اندر آ گیا" آفیسر اپنے آپ کو ٹھنڈا کرو!"
اس کی بات پہ فیاض خجل سا ہو گیا۔ اور کرسی کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

"اچھا اچھا بیٹھو!"
اس نے اسے بے یقینی نگاہوں سے دیکھ کر کہا۔
"کیا پولیس کے آفیسر بات کرنے کا سلیقہ بھی نہیں جانتے!"
وہ پھر جھینپ سا گیا۔ مگر فوراً ہی سخت لہجہ اختیار کر کے بولا۔
"کیا چاہتے ہیں آپ!"
وہ اطمینان سے مسکرایا۔ اور بولا۔
"ہاں۔ یہ ہوئی نا بات!"
"آپ کا نام ؟"
"میرا نام میلسی ہے!"
"یہاں کس لئے آئے ہو ؟" فیاض نے بوریت کے عالم میں کہا۔
"بس آپ کے دیدار کرنے آیا تھا!" اس نے ادب سے کہا۔ "ماشاءاللہ آپ بڑے اسمارٹ اور خوبصورت ہیں!"
کیپٹن فیاض اسے بغور دیکھ کر بولا۔
"اگر رشتے کی بات کرنے آئے ہو۔ تو سن لو اللہ کے فضل و کرم سے میں بال بچوں والا ہوں!"
وہ سنجیدگی سے بولا۔
"اور اللہ کے فضل سے کافی فائدہ اٹھاتے ہو!"
یہ بات سن کر کیپٹن فیاض زور سے چونکا۔
"کیا مطلب ؟"
"میرا مطلب ہے اس محکمے میں اوپر کی آمدنی ...." اس نے قد

ادھورا ہی چھوڑ دیا۔
وہ سخت طیش میں آکر بولا۔
"فضول باتیں مت کرو کام کی بات کرو اگر تم نے پھر ایسی ویسی بات کی تو پکڑ کر حوالات میں بند کر دوں گا۔"
"ٹھیک ہے سچی بات کڑوی ہوتی ہے!"
"شٹ اپ — بولو کیا کہنا ہے! —"
"کچھ معلومات پہنچی ہیں! —"
فیاض اسے غور سے دیکھنے لگا اور بولا۔
"کیسی معلومات؟ —"
"میں جانتا ہوں کہ عمران پر کن لوگوں نے حملہ کیا تھا؟ —"
یہ سُن کر کیپٹن فیاض شوق سے اس کی طرف جھکا۔
"کیا لوگے؟ —"
"تین صد روپے! —"
"زیادہ ہیں! —" پھر وہ کچھ سوچ کر بولا! "خیر دے دوں گا اگر تمہاری معلومات سے ہم انہیں پکڑنے میں کامیاب ہو گئے! —"
عمران چند لمحے سوچتا رہا۔ پھر بولا "عمران کے دشمنوں نے اس پر قاتلانہ حملہ کیا تھا! —"
"بکومت! —"
"اچھا میں بکنے لگا اب پیارے سوپر فیاض! —" اس نے احمقانہ انداز میں حماقتوں کے ڈونگرے برساتے ہوئے کہا۔ عمران کی اصل آواز سن کر وہ زور سے چونکا اور بولا۔

"کیا بکواس ہے بھیس بدلے پھر رہے ہو۔ خدا کی قسم غضب کا میک اپ کیا ہے؟"

"اب بکواس ہی کرتے رہوگے پیارے سوپر یا میری معلومات سے فائدہ اٹھاؤ گے!"

کیپٹن فیاض غصے میں بھر کر بولا۔

"میں تمہیں اندر کر دوں گا!"

"یہ خواب تم بڑے عرصے سے دیکھ رہے ہو پیارے سوپر! جو دو ہزار روپیہ میلسن بدمعاش سے لیا تھا۔ اس کا کیا بنا پیارے سوپر!"

کیپٹن فیاض کا رنگ اڑ گیا۔ اور وہ بغلیں جھانکنے لگا۔

"تمہیں کس نے کہا۔"

"جس کے سامنے تم نے روپیہ لیا تھا!"

"فضول باتیں نہ کرو ڈیئر عمران!" وہ انتہائی نرم ہو کر بولا۔ "ہاں تو تم مجھ سے کوئی انتہائی اہم بات کرنا چاہ رہے تھے!"

عمران نے ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا۔

"اب آئے سیدھی راہ پہ!"

پھر اس نے فیاض کو کچھ سمجھایا۔ وہ غور سے گردن ہلا ہلا کر اس کی باتیں سنتا رہا۔

پھر عمران اسے سوچتے ہوئے چھوڑ کر باہر نکل آیا۔

دوسرے روز پورے گیارہ بجے عمران ہسپتال پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ سائرہ بھی تھی۔ سائرہ کے علاوہ پولیس کی ایک ویگن بھی تھی۔ سائرہ پولیس کی ویگن اپنی حفاظت کے لئے ساتھ لائی تھی۔ ہسپتال

کے اندر جاکر سائرہ نے ایک نرس سے پوچھا۔

"مسٹر اسلم سے ملنا ہے!"

"بیس نمبر کے کمرے میں چلی جائیے!" نرس نے ادب سے کہا۔

"شکریہ!"

یہ کہہ کر سائرہ ہسپتال کی گیلری میں چلنے لگی۔ عمران اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ چکنے فرش پر اُن کے چلنے سے آواز پیدا ہو رہی تھی۔ اور ماربل کا فرش اُن کے جوتوں کو پھسلائے دے رہا تھا۔ دوائیوں کی مدھم سی بو پھیلی ہوئی تھی۔

وہ جلد ہی کمرہ نمبر بیس کے سامنے پہنچ گئے۔ عمران دروازے پر ہی رُک گیا اور سائرہ اندر چلی گئی۔ سائرہ کو دیکھ کر قریب کھڑی ہوئی نرس باہر چلی گئی۔ اور سائرہ کی خوبصورت جوانی کو دیکھ کر اسلم کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ وہ مسکرا کر بولا۔

"آئیے آئیے مس سائرہ!"

"کیسے ہو اسلم!" وہ اپنائیت سے بولی۔

"بہت بہتر ہوں!" اسلم اُسے قریب بٹھاتے ہوئے بولا "خدا کا شکر ہے تمہیں میرا خیال تو آیا۔ ورنہ میں تو سمجھا تھا کہ تمہیں مر جاؤنگا"

"ایسی بات مت کہو!" اس نے کہا "مریں آپ کے دشمن!"

پھر وہ یکدم مغموم ہو گیا۔ اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"انکل کے متعلق سن کر بہت ہی دُکھ ہوا تھا!"

اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اور وہ رقت آمیز آواز میں بولی۔

"جو خدا کو منظور تھا ہو گیا!" اس نے محبت سے کہا "مجھے نواب

تمہاری فکر ہے۔ خدا تمہیں سلامت رکھے ۔!۔"

"تمہیں میری فکر ہے۔ اور مجھے تمہاری فکر ہے!۔" اس نے سنجیدگی سے کہا "سمجھ میں نہیں آتا آخر ایسی کیا بات ہے۔ کہ بدمعاش ہماری جان لینے پہ تُل گئے ہیں!۔"

وہ ایک آہ بھر کر بولی ۔

"یہ تو ڈیڈی ہی کچھ جانتے ہوں گے!۔" پھر اس نے اسلم کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"شاید تم کچھ جانتے ہو!۔"

وہ زور سے چونکا اور اس کے حسین و دلکش چہرے پر نگاہیں جما کر بولا

"یہ تم نے کیسے جانا!۔ کہ میں کچھ جانتا ہوں!۔"

"تم پہ بھی تو قاتلانہ حملہ ہو چکا ہے!۔"

اسلم نے جواب دینے کی بجائے الٹا سوال کر دیا ۔

"تم کو بھی تو قاتلوں نے ختم کرنا چاہا تھا!۔" وہ اُسے گھور کر بولا "میرا خیال تھا تم کچھ جانتی ہو۔ شاید انکل نے تمہیں کچھ بتایا ہو!۔"

"آخر وہ ایسی کیا منحوس چیز ہم لوگوں کے درمیان آگئی جس کی وجہ سے ہم پر قاتلانہ حملے کئے جا رہے ہیں!۔" وہ روہانسی آواز میں بولی ۔

"خدا ہی بہتر جانتا ہے!۔ سائرہ!۔"

وہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بولا ۔

"دل چھوٹا نہ کرو ہمت سے کام لو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ اگر مجھ سے اسی طرح محبت کرتی رہیں۔ تو ہم طوفانوں سے نکل آئیں گے۔"

"فی الحال تو طوفان ہمیں گھیرے ہوئے ہیں!"

"کب تک گھیرے رہیں گے!" وہ اس کا ہاتھ پیار سے دبا کر بولا۔

"وعدہ کرو ڈارلنگ کہ تم مجھ سے اسی طرح محبت کرتی رہو گی!"

سائرہ کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اور رخساروں پر گلاب کھلنے لگے۔ وہ گلنار ہو گئی تھی۔ اسی لمحے عمران احمقوں کی طرح کمرے میں گھس آیا۔ پھر انہیں اس حالت میں دیکھ کر تیزی سے پلٹا۔

"سوری۔ سوسوری!۔ کتنی بڑی حماقت کتنی بڑی غلطی!"

"تم کو کس نے اندر آنے کی اجازت دی ؟"

عمران کچھ کہے بغیر باہر نکل گیا۔ اسلم نے سائرہ سے پوچھا "تم اسے جانتی ہو۔"

"یہ مل منیجر ہے۔ تم سے بات کرنے آیا ہے!" اس نے کہا۔

"بہت بدتمیز ہے!"



جب سائرہ اسلم سے ملاقات کر کے باہر آ گئی تو عمران گھبرائے گھبرائے انداز میں اسلم کے کمرے میں داخل ہوا۔ وہ اسے گھورنے والی نگاہوں سے دیکھ کر بولا۔

"آؤ آؤ! —— بیٹھو! —— کون ہو تم؟ ——"

"تمہاری مل کا منیجر شاہد ہوں! —" اس نے ادب سے کہا۔

"تمہیں کس نے منیجر رکھا تھا؟ —— اس نے پوچھا۔

"تمہارے انکل نے! —" اس نے ادب سے کہا۔

"ہوں! —" وہ سخت لہجے میں بولا —" تو یہ انکل کی غلطی تھی تمہیں اتنا بھی معلوم نہیں کہ جب کمرے میں کوئی موجود ہو تو اجازت لے کر اندر آتے ہیں! —"

"جی غلطی ہو گئی۔ معافی چاہتا ہوں! —" منیجر انکساری سے بولا۔

"کیا چاہتے ہو؟ —" جلدی سے مطلب کی بات کرو! — میں فضول باتوں میں وقت ضائع نہیں کروں گا! —" اس نے کلائی کی گھڑی کی طرف دیکھ کر کہا۔

عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"مسٹر اسلم میں یہاں وقت ضائع کرنے نہیں آیا" میرا وقت تم سے زیادہ قیمتی ہے! —— غور سے سنو! —— "

"کچھ کہو بھی! —— "

"یوں جھنجھلاہٹ کا اظہار نہ کرو! —" عمران اسے گھور کر بولا —

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے سابقہ مل منیجر سے گہرے روابط تھے اور اس نے جو غبن کیا تھا۔ تمہاری وجہ سے کیا تھا —— "

"بکتے ہو تم! —"

"تمیز سے بات کرو! —" اس نے سختی سے کہا "میں جانتا ہوں تم کون ہو! —"

وہ گھبرا کر اس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔

"کون ہوں میں ؟ —"

"ایک گمنام آدمی تم یہاں سیٹھ رشید کے بھتیجے بن کر آئے ہو!"

وہ اسے سخت نظروں سے دیکھ کر بولا۔

"تم کیا پولیس کے آدمی ہو!"

"نہیں!" عمران نے کہا۔ "یہ بتاؤ تم یہاں کیا چکر چلانے آئے ہو۔ اور تم سیٹھ رشید کے بھتیجے کیوں بنے ہو!"

"تمہیں کس نے کہا کہ میں سیٹھ رشید کا بھتیجا ہوں!"

"بس مجھے معلوم ہو گیا؟"

"تم سے کسی نے جھوٹ کہا ہے!"

"مجھے کسی نے سچ کہا ہے" عمران اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ "تم بھی جانتے ہو کہ بدمعاشوں نے سیٹھ رشید پر حملہ کیوں کیا تھا۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ بدمعاش کون لوگ ہیں۔ تم سب کچھ جانتے ہو مگر کسی وجہ سے خاموش ہو!"

وہ چند لمحے سوچتا رہا۔ پھر بولا۔

"مجھے کچھ بھی معلوم نہیں ہے!"

"تمہیں سب کچھ معلوم ہے۔ مجھے بتا دو تو فائدے میں رہو گے!"

وہ اس کی طرف سے نظریں ہٹا کر بولا۔

"میں سب کچھ پولیس کو بتا چکا ہوں!"

"پولیس کو تم نے سب کچھ غلط بتایا ہے!" عمران نے کہا۔ "بہرحال میں معلوم کر لوں گا!"

"اگر تم نے اس معاملے میں پھنسنے کی کوشش کی تو میں تمہیں ملازمت سے علیحدہ کر دوں گا!۔"
عمران تلخ انداز میں ہنسا۔
"تم مجھے ملازمت سے برطرف نہیں کر سکتے!۔" عمران رُک کر بولا۔
"دیکھو سائرہ پر قاتلانہ حملہ ہو چکا ہے۔ اور یوں لگتا ہے۔ تم اس سے محبت کرتے ہو۔ اگر تم اسے زندہ دیکھنا چاہتے ہو۔ تو سب کچھ بتا دو۔

اس کے علاوہ عمران سیکرٹ سروس کا بھی اس میں پھنس چکا ہے۔ وہ ضد کا بڑا پکا ہے۔ وہ دشمنوں کو تلاش کر لے گا۔ تمہارے بارے میں بھی سب کچھ جان لے گا۔ عمران پر بھی قاتلانہ حملے ہو چکے ہیں۔ اگر تم سب کچھ بتا دو تو شاید عمران تمہاری کچھ مدد کرے گا!۔"
وہ چند لمحے سوچ کر پھر بولا۔
"اچھی بات ہے!۔"
وہ لب کھولنا ہی چاہتا تھا کہ ایک نرس کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ اُسے دوائی پلانے آئی تھی
اسے دیکھ کر اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ عمران اس کے چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اسلم عمران کی طرف دیکھ کر بولا۔
"سائرہ کا بال بھی بیکا نہ ہو گا مسٹر!۔ میرے پاس کوئی ایسی بات نہیں ہے جسے بتایا جائے!۔"
"ہونہہ!۔ تم پچھتاؤ گے اسلم۔" وہ اس کا جواب سنے بغیر جھٹکا کھا کر باہر نکل گیا۔



عمران کار میں بیٹھ کر سیٹھ رشید کے بنگلے پر واپس آگیا۔ سائرہ نے جو برآمدے میں کھڑی تھی۔ اس سے پوچھا۔

"مسٹر شاہد واپس آگئے کوئی بات کی اسلم نے!"

"ابھی ان کے پاس وقت نہیں ہے!" عمران نے ادب سے کہا: "شاید ایک دو دن میں وہ مجھ سے بات کریں گے!"

"ٹھیک ہے!" اس نے معصومیت سے کہا: "تب تک آپ میرے ساتھ والے کمرے میں ٹھہر سکتے ہیں ۔ یہاں آپ کو کوئی تکلیف نہ ہوگی!"

"شکریہ!"

رضیہ ادھر سے گذر رہی تھی ۔ وہ عمران کو دیکھ کر پھول کی طرح کھل گئی ۔ اور اُسے مسکراتی آنکھوں سے دیکھنے لگی ۔ اسے اس طرح طرف دیکھتے پا کر عمران جھینپ گیا ۔ اور سائرہ ہلکے تبسم کے ساتھ رضیہ کی طرف دیکھ کر بولی ۔

"رضیہ ادھر آؤ!"

"جی بی بی جی!" وہ ادب سے بولی ۔

"مسٹر شاہد کو میرے ساتھ والے کمرے میں پہنچا دو!۔"

"جی بہت اچھا!۔" وہ ادائے جاناں سے لچک کر بولی۔ اور عمران کی طرف دیکھ کر بڑی شستہ سی آواز میں بولی۔

"آئیے جی!۔"

جھینپا جھینپا سا عمران اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ چند لمحوں ہی میں وہ وہاں پہنچ گئے۔

رضیہ نے بڑے ناز سے ایک لمبی آہ کھینچ کر کہا۔

"یہ ہے جی آپ کا کمرہ!۔ خوش قسمت ہیں جو بی بی کے ساتھ والا کمرہ ملا ہے!۔"

"خوش قسمت تو تم ہو!۔" وہ اسے دیکھ کر بولا۔

"وہ کس طرح؟۔" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"جو ہر وقت بی بی کے ساتھ رہتی ہو!۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولا۔

"میں تو کسی اور کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں!۔"

"کس کے ساتھ رہنا چاہتی ہو!۔" عمران نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہے کوئی بڑا آدمی!۔" وہ آہ بھر کر بولی۔

"اس بڑے آدمی کے بارے میں نہیں بتاؤ گی؟۔" عمران نے ہنس کر پوچھا۔

"بتاؤں گی کبھی!۔"

"چھوٹے آدمیوں کو بڑے خواب نہیں دیکھنے چاہئیں!۔"

"بات تو تم ٹھیک کہتے ہو تم اسے" اس نے سنجیدگی سے کہا۔ مگر اس دل کا کیا کروں جو بڑے خواب دیکھتا ہے! — اچھا جی آرام کرو!"

یہ کہہ کر وہ تیزی سے پلٹی اور باہر نکل گئی۔

رات کے کھانے کے بعد انسپکٹر سے ملا اور پوچھا۔

"سائرہ کی حفاظت کے کیا انتظامات ہیں!"

"چاروں طرف پولیس کا پہرہ ہے!" انسپکٹر بولا "آپ خود دیکھ سکتے ہیں آئیے میرے ساتھ!"

وہ عمران کو ساتھ لے کر باہر آگیا۔ عمران نے دیکھا کہ واقعی پولیس کا سخت پہرہ تھا۔

انسپکٹر آگے نکل گیا۔ اور گیٹ کے قریب کھڑے ہو کر سوچنے لگا۔ کہ اگر کوئی کسی طرح پولیس کی نظروں سے بچ کر چھت پر چلا جائے اور رسی کے ذریعے سائرہ کے کمرے میں پہنچ جائے تو کیا ہوگا۔

پھر اس نے سوچا کھڑکیاں تو سب بند ہوں گی۔ کھڑکی کا شیشہ توڑ کر کھولا بھی جا سکتا ہے۔ تو اسے خود حفاظت کرنا ہوگی۔

اس نے آسمان کی طرف دیکھا۔ آسمان پر گہرے بادل چھائے ہوئے تھے۔ ہر طرف گھنگھور اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ رات کے بارہ بجے اچانک عمران کو ایک عجیب سی آواز سنائی دی اور وہ بھاگ کر اس کے کمرے کی طرف چلا آیا۔ کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ اور ایک سایہ خنجر ہاتھ میں لئے سائرہ کے بیڈ کی طرف

بڑھتا دکھائی دیا۔ گرین لائیٹ میں عمران کو سائے کا مقصد سمجھتے دیر نہ لگی۔

اُس نے فوراً ہی کھلی کھڑکی سے فائر کر دیا۔ پستول کی آواز سُن کر سائرہ خوفزدہ انداز میں اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ پولیس کے سپاہی اور انسپکٹر بھاگ کر اُدھر آ گئے۔ سایہ زخمی ہو کر نیچے گر گیا تھا۔ اس کے کندھے میں گولی لگی تھی۔ وہ دُبلا پتلا سا آدمی تھا۔ اس کی آنکھوں سے سنگدلی اور سفاکی عیاں تھی۔ خنجر دور پڑا تھا۔ اور وہ نیچے گرا کندھا پکڑے کراہ رہا تھا۔

وہاں سائرہ کی ماں بیگم رشید بھی پہنچ گئی۔ وہ کافی گھبرا گئی تھی۔

انسپکٹر نے فوراً اسے پکڑ لیا۔ اور سپاہی اُسے اٹھا کر باہر لے گئے۔

عمران نے سائرہ کو دیکھ کر کہا۔

"خدا کا شکر ہے کہ میں وقت پر پہنچ گیا۔ ورنہ بدمعاش تمہیں ختم کر دیتا ــــ"

وہ اسے ممنون نگاہوں سے دیکھ کر بولی۔

"شکریہ مسٹر شاہد! ــ جانے کون ہمارے پیچھے لگ گیا ہے"

یہ کہہ کر وہ رونے لگی ــ

ـــــــ*ـــــــ



عمران مل مینجر شاہد کے روپ میں اسلم سے ملنے کے لئے پھر ہسپتال میں آیا۔ اور اس ناگوارانہ نظروں کی پرواہ کئے بغیر وہ پھر اس کے کمرے میں گھستا چلا گیا۔ اسلم اسے حیرت اور غصے سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کے غصے اور حیرانہ انداز کو خاطر میں نہ لا کر بولا۔

"ہاں تو مسٹر اسلم اب کیا ارادے ہیں؟"

"کیسے ارادے؟" وہ اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ کر بولا۔

"دیکھ لو میں پھر تمہارے پاس آگیا ہوں!" عمران نے سنجیدگی اختیار کر کے کہا۔

"اب سب کچھ تمہیں بتانا ہی ہوگا؟"

وہ سرخ چہرہ لئے سخت طیش کے عالم میں اسے گھورنے لگا۔ عمران بے فکری کے عالم میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بیٹھا رہا۔ آخرکار آہستہ آہستہ سخت طیش کی جگہ پُرسوچ انداز نے لے لی۔ اس کا سرخ چہرہ نارمل ہوگیا۔ یہ دیکھ کر عمران تلخی سے

اور پلکیں جھپکا کر بولا۔
"عقلمندی سے کام لو مسٹر اسلم اگر سائرہ کی زندگی بچانا چاہتے ہو تو تم سب کچھ بتا دو!"
یہ سن کر اسلم گہری سوچوں میں ڈوب گیا۔ عمران نے اکسانے والے انداز میں کہا۔
"مسٹر اسلم سوچنے سے کام نہیں چلے گا۔ سائرہ پر رات قاتلانہ حملہ کیا گیا تھا۔ وہ بمشکل بچی ہے!"
یہ سن کر وہ زور سے چونکا اور اس کا رنگ سفید ہو گیا۔
"وہ زخمی تو نہیں ہوئی ہے"
"بالکل نہیں!"
"مسٹر شاہد اس کی حفاظت کیجئے گا!"
"میں اس کی حفاظت کر رہا ہوں!" عمران نے کہا "تم اگر اس کی زندگی چاہتے ہو تو سب کچھ بتا دو!"
"میں پولیس کو سب کچھ بتا چکا ہوں!"
"پولیس کو آپ نے جو کچھ بتایا ہے وہ سچ نہیں ہے!"
وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔
"یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا!" اسلم نے گھبرا کر متحیرانہ انداز میں کہا۔
"بس ہو گیا معلوم کسی طرح!" اس نے مبہم سا جواب دیا۔
وہ ایک آہ بھر کر رہ گیا — اور بولا۔

"مسٹر شاہد!" میں سیٹھ رشید کا بھتیجا نہیں ہوں!"
یہ سُنکر عمران کامرانی کے انداز میں مُسکرانے لگا۔
"یہ میں جانتا ہوں!—"
وہ زور سے چونکا اور اسے دیکھ کر بولا۔
"کسی بھول میں نہ رہنا مسٹر شاہد!— یہ ٹھیک ہے کہ میں سیٹھ رشید کا بھتیجا نہیں ہوں!— لیکن سیٹھ حمید کا میں بھتیجا ہوں اور یہ میں ثابت کر سکتا ہوں!—"
اب عمران کے چونکنے کی باری تھی۔
"وہ کیسے؟—"
اس نے چند لمحے عمران کو غور سے دیکھ کر کہا۔
"سیٹھ حمید اور سیٹھ رشید دونوں کاروبار میں پارٹنر تھے۔ سب کو یہی معلوم تھا کہ وہ دونوں بھائی بھائی ہیں۔ ایک رات سیٹھ کا انتقال ہو گیا۔ چونکہ لوگ سمجھتے تھے کہ وہ دونوں بھائی بھائی ہیں۔ اس لئے سیٹھ رشید نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ اور تمام دولت اور جائداد کا وارث بن بیٹھا۔
عمران نے زور سے چونک کر کہا۔
"سائرہ نے کوئی اعتراض نہ کیا؟—"
"سائرہ نے اعتراض کیا تھا!—" وہ بولا۔ مگر اس نے سائرہ سے کہا کہ اس کا دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ میری چند روزہ زندگی ہے۔ میں تمہیں بیٹی کا پیار دوں گا۔ میری عزت بنی ہوئی ہے۔ لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ میں سیٹھ رشید کا بھائی ہوں!—"

تم میری بیٹی ہو ا — اور میری بیگم بھی تمہیں اپنی بیٹی کی طرح چاہتی ہے۔ ہماری کوئی اولاد نہیں ہے ا — وہ مان گئی۔ اس طرح سیٹھ رشید سب جائداد کا مالک بن گیا۔ اب جبکہ سیٹھ رشید قتل کیا جا چکا ہے۔ سائرہ جائداد کی وارث ہے۔ اور سائرہ نے مجھے مالی امور کا منتظم بنا دیا ہے ا"

عمران نے اسے غور سے دیکھ کر کہا۔

"مگر تم کچھ عرصہ جیل میں گذار چکے ہو ا"

اس نے ایک آہ بھر کر مغموم لہجے میں کہا —

"تو تم سب کچھ جانتے ہو ا — میں نے فراڈ کیا تھا بلکہ یوں کہو فراڈ میں نے کیا تھا اور فائدہ میرے دوست مین نے اٹھایا تھا ا"

"مین کون تھا؟ اور وہ فراڈ کیا تھا؟" عمران نے پوچھا۔

وہ چند لمحے سوچتا رہا — پھر بولا —

"مین ایک غیر ملکی تھا۔ ہم دونوں ایک فرم میں کام کرتے تھے۔ وہاں میں نے اس کے کہنے پر ایک لاکھ کا فراڈ کیا۔ اور وہ روپیہ مین نے کاروبار میں لگانے کے لئے مجھ سے لے لیا۔ میں اندر ہو گیا۔ اس کے بعد مجھے پتہ نہ چلا کہ مین کہاں گیا۔ اور اس نے وہ روپیہ کس کاروبار میں لگایا۔ جب میں رہا ہو کر جیل سے باہر آیا۔ تو پولیس نے سیٹھ رشید کے پاس بھیج دیا۔ سیٹھ رشید خود بھی مجھے تلاش کر رہا تھا — اس نے بخوشی مجھے اپنے پاس رکھ لیا۔ اس طرح ہم رہ رہے ہیں ا"

عمران نے اس کے چہرے اور آنکھوں کا بغور جائزہ لیا تھا۔ اس نے اندازہ لگایا کہ اسلم نے جو کچھ کہا ہے۔ بالکل سچ ہے۔ پھر کچھ دیر بعد بولا۔

"مسٹر اسلم لگتا ہے آپ نے سب کچھ درست کہا ہے!۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں آیا۔ کہ تم پر قاتلانہ حملہ کیوں کیا گیا۔ اور سیٹھ رشید کو قتل کیوں کیا گیا۔ اس کے علاوہ سائرہ پر بھی قاتلانہ حملے کئے گئے ہیں!۔"

"یہ میں کیا کہہ سکتا ہوں مسٹر شاہد!۔ بہر حال تم اچھے آدمی ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میرے لئے اسی طرح کام کرتے رہو۔ میں تمہاری تنخواہ میں اضافہ کرتا ہوں۔"

یہ سُنکر عمران مسکرایا۔

"یہ بعد کی بات ہے!۔ پہلے یہ بتاؤ کوئی ایسی بات جسے تم بھول گئے ہو!۔"

یکا یک وہ اس کی طرف غور سے دیکھ کر بولا۔

"ہاں یار سیٹھ رشید کے پاس ایک پیکٹ تھا۔ میں نے اسے کھول کر دیکھا تھا۔ اس میں ایک ربڑ کی گڑیا تھی۔ شاید اس کی وجہ سے ہی یہ سب کچھ نہ ہو رہا ہو!۔"

"وہ پیکٹ سیٹھ رشید کو کہاں سے ملا تھا!۔"

"وہ شاپنگ کر کے واپس لوٹ رہے تھے کہ ایک گاڑی سے وہ پیکٹ گرا۔ گاڑی آگے نکل گئی۔ اور سیٹھ رشید نے وہ پیکٹ اٹھا لیا تھا۔ ممکن ہے بدمعاش اس پیکٹ کو حاصل کرنا چاہتے ہوں۔

کیونکہ دوبارہ مجھے وہ پیکٹ نظر نہ آیا تھا ۔"

"ہوں! ۔ شاید ایسا ہی مسٹر اسلم ! ۔ تم بہت اچھے انسان ہو۔ فکر مت کرنا سائرہ کی حفاظت کی جا رہی ہے ۔"

یہ کہہ کر عمران اٹھ کھڑا ہوا۔ ابھی وہ کرسی سے ذرا ہی اٹھا تھا۔ کہ فائر ہوا۔ گولی عمران کے سر کے اوپر سے گذر کر سامنے کھڑکی کے شیشے میں پیوست ہو گئی۔ سامنے کھڑکی سے فائر ہوا تھا۔ اس فائر کرنے والے کی ایک جھلک دیکھی تھی۔ وہ تیزی سے بھاگا مگر اتنے ہی میں وہ عمران کی نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ ہسپتال میں بھگدڑ مچ گئی تھی۔ لوگ صورتِ حال جاننے کے لئے بھاگے چلے آ رہے تھے۔ عمران بھاگ کر ہسپتال سے باہر آ گیا۔

اس نے چاروں طرف دیکھا۔ مگر اسے وہاں کوئی دکھائی نہ دیا۔ وہ حیران تھا۔ کہ وہ کہاں غائب ہو گیا۔ کیا اسے زمین نگل گئی۔ اچانک اس کی نگاہ ڈرنک کیفے کی طرف اٹھ گئی اس کے سامنے ایک لمبا تڑنگا آدمی کھڑا تھا۔ وہ اُسے کچھ بے چین سا دکھائی دے رہا تھا۔ اسے گھبرایا دیکھ کر عمران اس کی طرف لپکا۔

عمران کو اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ قوی ہیکل آدمی اور زیادہ مضطرب ہو گیا۔ اور جلدی سے کیفے کے برآمدے میں آ گیا۔ چند گاہک میزوں پر بیٹھے کافی نوش کر رہے تھے۔ عمران جلد ہی اس کے قریب پہنچ گیا

اس آدمی نے دانستہ اس کی طرف توجہ نہ دی ۔ عمران نے اُس

سے پوچھا۔
"بھائی اس کیفے کے تم ہی مالک ہو!۔۔۔"
"ہوں بھی تو اس سے مطلب!۔۔۔" اس نے کرختگی سے جواب دیا۔
"دیکھو بگڑنے کی ضرورت نہیں!۔۔۔" عمران نے شائستگی سے کہا "ہسپتال میں مسٹر اسلم پر قاتلانہ حملہ کیا گیا تھا۔ قاتل ہسپتال سے باہر آ کر کہیں غائب ہو گیا۔ شاید تم نے اسے بھاگتے دیکھا ہو۔"
"نہیں میں نے نہیں دیکھا۔" اس نے اس طرح جواب دیا۔ جیسے جان چھڑانا چاہتا ہو۔
عمران اسے غور سے دیکھ کر بولا۔
"یوں لگتا ہے جیسے تم اسلم کو جانتے ہو؟۔۔۔"
اس کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔
"وہاں میری بیٹی کام کرتی ہے!۔۔۔"
"خوب!۔۔۔" عمران نے مسکرا کر کہا۔ "تو تم رضیہ کے والد ہو!۔۔۔"
"تم رضیہ کو کیسے جانتے ہو؟۔۔۔" وہ چونک کر بولا۔
"میں آجکل وہیں رہ رہا ہوں!۔۔۔"
"تمہارا تعلق پولیس سے ہے!۔۔۔" اس نے اُسے گھورا۔
"کچھ بھی سمجھ لو!۔۔۔" عمران نے کہا۔
"مجھ سے کیا چاہتے ہو؟۔۔۔" اس نے پوچھا۔
"تم سے بھلا میں کیا چاہوں گا۔ تم سے پوچھا تھا کہ قاتل کو تو نہیں دیکھا۔ تم نے انکار کر دیا۔

"کیا قاتل کے منہ پر لکھا ہوتا ہے کہ وہ قاتل ہے!" اس نے جلدی سے کہا۔

"تمہارا مطلب ہے تم نے کسی کو دیکھا تھا!"

"نہیں بالکل نہیں!" وہ ایکدم بوکھلا کر بولا۔ عمران اس کے چہرے کو لغور دیکھ کر مسکرانے لگا۔

اس نے جھینپ کر نگاہیں چرالیں۔ عمران شائستہ لہجے میں بولا۔

"چھوڑو ٹھنڈی کافی منگواؤ!"

اچانک عمران کی نگاہ سامنے پردے کی طرف کی طرف چلی گئی۔ پردہ ہل رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ فائر کرنے والا اس کیفے میں چھپا ہے۔ قسمت اچھی تھی خود ہی ایک سراغ مل گیا تھا۔ اور عمران اس سراغ سے فائدہ اٹھانے کا عزم کر چکا تھا۔

کافی پینے کے بعد وہ کیفے سے باہر نکل آیا۔ کوٹھی آکر اس نے ڈنر کیا۔ اور تقریباً رات کے بارہ بجے وہ کار میں بیٹھ کر دوبارہ کیفے میں آیا۔ اس نے کیفے کے سامنے کار کو کچھ فاصلے پر درختوں کی اوٹ میں پارک کیا اور خود کیفے کی طرف آگیا۔ وہاں سرِ شام ہی ویرانی پھیل جاتی تھی۔

اس وقت کیفے ویران پڑا تھا۔ اس نے ادھر اُدھر دیکھا۔ اور کیفے کے دروازے کو ذرا سا دھکیلا۔ سالخوردہ دروازہ پیچھے جھکتا چلا گیا۔ عمران اندر چلا گیا۔ اس کے ہاتھ میں پنسل ٹارچ تھی جس کی روشنی کی دھار سیدھی پڑ رہی تھی۔ وہ ابھی زیادہ دور نہ گیا تھا۔

کہ اسے اپنے پیچھے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ وہ زور سے چونکا۔ اس سے پیشتر کہ پیچھے آنے والا اس کی گردن میں خنجر پیوست کر دیتا۔ عمران پلٹ کر اسے پنچ مار چکا تھا۔ پستہ قد گھٹے جسم والا جاپانی پنچ کھا کر دیوار سے جا لگا۔ مگر جیسے وہ فولاد کا بنا ہوا تھا۔ دوبارہ اُٹھ کر عمران کی طرف اچھلا اور فلائنگ کک چلائی۔ عمران اس سے کہیں زیادہ پھرتیلا ثابت ہوا۔ وہ اس کی فلائنگ کک کی زد سے باہر نکل گیا —

جاپانی دور جا گرا۔ وہ غرا کر پھر عمران کی طرف لپکا۔ عمران نے اپنے بوٹ کی ٹھوکر گھومتے ہوئے اس کی کنپٹی پر ماری۔ وہ بوٹ کی ٹھوکر کھا کر گرا۔ اور گرتے ہی ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گیا۔ عمران جھک کر اس کی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ اچانک اُسے یوں لگا جیسے اس کی کھوپڑی پر بم گرا ہو۔ اس کے بعد وہ تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

جب اسے ہوش آیا تو وہ تہہ خانے میں پڑا تھا۔ چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں زیرو بلب جل رہا تھا۔ دھیمی دھیمی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اچانک دروازہ کھلا۔ کیفے کا مالک قوی ہیکل چلا آ رہا تھا —

اس کے ساتھ تین قوی ہیکل بدمعاش اور تھے۔ عمران کے ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے تھے۔ ورنہ وہ انہیں اپنے مکوں کی زد پر لے لیتا۔ وہ چاروں عمران کے سامنے آ کھڑے ہو گئے اور عمران کو گھورنے لگا۔ قوی ہیکل غرایا۔

"کون ہو تم؟ — اور یہاں کیا کر رہے تھے! — شام بھی تم یہاں

جھک مارنے آئے تھے!"

"میں یہاں قاتل تلاش کرنے آیا تھا"

"خوب!" اس نے ایک بھیانک قہقہہ لگایا۔

"قاتل تلاش کرنے آئے تھے۔ اب خود قتل ہو جاؤ گے!"

پھر اس نے ایک قوی ہیکل کی طرف دیکھا۔

"ہاں تو شروع ہو جاؤ!"

اس نے آگے بڑھ کر عمران کے چہرے پر مکّوں کی بارش کر دی۔ عمران نے ٹانگوں کو حرکت دی۔ اور وہ لڑکھڑا کر دور جا گرا۔ اس کے ساتھ ہی دونوں قوی ہیکل آگے بڑھے۔ اور اس کے منہ پر مکّے مارنے لگے۔

مکّوں کی ضرب سے عمران کے چہرے سے جھلی اتر گئی۔ قوی ہیکل کیفے کے مالک نے کہا۔

"رک جاؤ!" یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا۔ اور عمران کے چہرے سے جھلی اتار کر پھینک دی۔

ایک بدمعاش چلایا۔

"ارے یہ تو عمران ہے۔ میسن باس اسے قتل کرنے کی فکر میں ہے!"

یہ کہہ کر اس نے پستول نکال لیا۔

قوی ہیکل نے کہا۔

"ٹھہرو! اسے زندہ ہی میسن کے سامنے پیش کر دیں گے۔ باس میسن ہمیں زیادہ انعام دے گا!"

"ٹھیک ہے!"
یہ کہہ کر وہ باہر چلے گئے۔ اور دروازہ لاکٹ کر گئے۔
ان کے جانے کے تھوڑی دیر بعد عمران اٹھا۔ اس نے وہاں سے نکلنے کا جائزہ لیا۔ اچانک اس کی نگاہ ایک بٹن پر پڑی۔ اس نے وہ بٹن دبایا۔ بٹن کے دبتے ہی سامنے دیوار میں ایک دروازہ پیدا ہو گیا۔ اور وہ فوراً ہی اس دروازے میں داخل ہو گیا۔
سامنے اسی طرح کے سینکڑوں پیکٹ پڑے تھے۔ جیسا پیکٹ عمران کو سائرہ نے دیا تھا۔ اور جس میں ربڑ کی گڑیا تھی۔
عمران نے ایک پیکٹ کو کھول کر دیکھا۔ اس میں ربڑ کی گڑیا موجود تھی۔
اس نے گڑیا کے نیچے پاؤں سے ربڑ ہٹائی۔ ہیروئن کی کچھ مقدار نیچے گری۔ وہ بڑبڑایا۔
"تو یہ ربڑ کی گڑیوں میں ہیروئن اسمگل کرتے ہیں!"
اس نے گڑیا پیکٹ میں بند کر دی۔ اور واچ ٹرانسمیٹر پہ بلیک زیرو سے رابطہ قائم کیا۔ "ایکسٹو کالنگ اوور!"
"یس سر جولیا اٹنڈنگ اوور!"
"دیکھو جولیا بلیک زیرو سے کہو وہ فیاض کو اطلاع کر دے کہ کیفے ڈانگ پہنچ جائے۔ میں وہاں تہہ خانے میں موجود ہوں۔ ہم ایک ایک بہت بڑا کیس حل کر چکے ہیں۔"
کچھ دیر کے بعد فیاض وہاں پہنچ گیا تھا کہ اس نے اتنا بڑا کیس حل کر لیا ہے۔

وہ عمران کو مُسکرا مُسکرا کر دیکھ رہا تھا۔ باس مین کی رہائش گاہ
پر چھاپہ مار کر باس مین اور ہیری کو گرفتار کر لیا گیا۔ دوسرے
گرگے بھی پکڑے گئے۔ ہیری نے سیٹھ رشید کا قتل اپنے ذمے
لے لیا۔ سر سلطان نے عمران کی بہت تعریف کی۔ دوسرے دن
اخبار نے کیپٹن فیاض کی بے حد تعریف کی۔

ختم شد

عمرو عیار کے سلسلہ کی اچھوتی اور جنگی کہانی

عمرو عیار کی شہنشاہ مریخ سے جنگ

مصنف: نصیر الدین حیدر

- کیا شاہِ مریخ عمرو عیار سے مزید کوئی انتقام لیتا ہے؟
- کیا عمرو مریخ پر پہنچنے میں کامیاب ہو جاتا ہے؟
- کیا عمرو عبداللہ کو کالی قید سے رہائی دلانے میں کامیاب ہو جاتا ہے؟
- عمرو ان سب باتوں میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ کیوں اور کیسے؟

یہ سب جاننے کے لیے اس خوفناک اور عبرت ناک کہانی کا مطالعہ ضرور کیجئے

عمرو عیار کے سلسلہ کی دیگر کتب